1321

इसूल तालीम के असूल

लेखक:- विलियम एच किलपटरिक

सन् 1931

موگا پروگریسو ایجوکیشن سیریز

حصولِ تعلیم کے اصول

یعنی

علم النفس کی رُو سے
پروجیکٹ طریقۂ تعلیم کے بُنیادی اصول

از

ولیم ایچ۔ کلپیٹرک۔ پی ایچ۔ ڈی، ایل۔ ایل۔ ڈی
پروفیسر فلسفۂ تعلیم ٹیچرز کالج
کولمبیا یونیورسٹی

لاہور
رائے صاحب منشی گلاب اینڈ سنز
ایجوکیشنل پبلشرز
سنہ ۱۹۳۱ء

0-11-3

دفعہ اوّل تعداد ۱۰۰۰
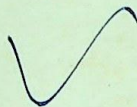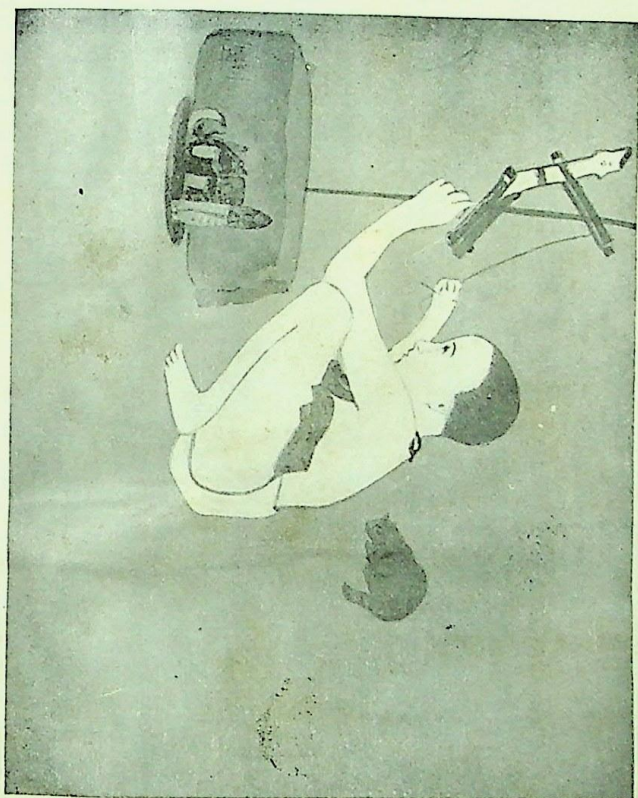
ڈاکٹر رابندرا ناتھ ٹیگور کی تصویر "کھلونا" سے اخذ کی گئی

دیباچہ

ہم اس کتاب میں ڈاکٹر ولیم - ایچ - کلپٹرک کے ان لیکچروں کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں - جو آپ نے پہلے پنجاب کے ماہرین تعلیم کے مجمع کے سامنے مشن نورمل سکول موگہ میں اور بعد ازاں اسی قسم کی ایک اور کونفرنس کے روبرو ویلور واقع جنوبی ہندوستان میں دئیے تھے - جہاں ان لیکچروں کو شارٹ ہینڈ میں قلمبند کیا گیا - اور ڈاکٹر میسن الکوٹ صاحب نے اپنی ادارت میں کتابی شکل دے کر شائع کیا - ہم ڈاکٹر الکوٹ صاحب اور ایسوسی ایشن پریس کلکتہ کے نہایت مشکور ہیں - جنہوں نے ہمیں اس کتاب کا اردو میں ترجمہ کرنے کی اجازت دے کر اس قابل بنایا ہے - کہ ڈاکٹر صاحب کا پیغام اردو دان پبلک کے کانوں تک پہنچا سکیں ٭

ڈاکٹر ولیم - ایچ - کلپٹرک - پی - ایچ - ڈی - ٹیچرز کالج کولمبیا یونیورسٹی واقع شہر نیویارک میں اصول تعلیم کے ایک پروفیسر ہیں - آپ امریکہ بھر کے ماہرین فن میں سے سب سے زیادہ مؤثر ہستی رکھتے ہیں جو تعلیم کی جدید ترین ارتقائی تحریک کے ترجمان ہیں - انگلستان - یورپ اور امریکہ کے ماہرین فن ڈاکٹر

جان ڈیوئی کی تعلیمی فلاسفی کے مطابق اکثر سکولوں میں تجربے کر رہے ہیں۔ اس قسم کی ذاتی قابلیت رکھنے والے اصحاب مثلاً سیبنڈرسن آف آنڈل کالڈویل کک۔ ڈی کرولی اور کئی ایک دیگر فلاسفر معلمین زمانہ ماضی کی کڑیوں سے رہائی پا کر نئی روشنی کے اصولوں پر عمل پیرا ہو رہے ہیں۔ انہوں نے تعلیم جدید کو صرف خصوصی اور جاذب توجہ مدارس میں ہی عملی رنگ میں پیش کیا ہے۔ لیکن ان اصولوں کو عام مدرسین کے سمجھنے کے قابل بنانے اور بڑی بڑی درس گاہوں کے عملی مسائل پر عاید کر کے دکھانے کا سہرا جناب ڈاکٹر ولیم۔ ایچ۔ کلپٹرک صاحب ہی کے سر ہے۔ چنانچہ امریکہ کے عام سکولوں میں ڈاکٹر صاحب موصوف کے خیالات کا بہت گہرا اثر ثابت ہو رہا ہے۔ اس چھوٹی سی کتاب میں آپ تعلیم کی نئی فلاسفی کو ہندوستانی مدرسین کی آگاہی کے لئے سادہ اور واضح الفاظ میں قابل استعمال طریق پر پیش کرتے ہیں ۔

ہم سردار اندر سنگھ صاحب بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ سابق انچارج نورمل سکول فیروز پور کے نہایت شکر گزار ہیں۔ جنہوں نے انگریزی کتاب کو اردو کا جامہ پہنایا۔ چونکہ آپ جدید تعلیم کے اصولوں کو خاص طور پر اخذ کئے

ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ نے ڈاکٹر کلپٹرک صاحب کے پیغام کا مفہوم اُردو زبان میں واضح طور پر خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے ٭

ہم عالی جناب مسٹر منموہن صاحب ایم اے۔ انسپکٹر آف سکولز جالندھر ڈویژن کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جنہوں نے اس ترجمہ پر نظرِ ثانی کرکے نہ صرف اس کو چار چاند لگا دئیے ہیں۔ بلکہ کئی ایک دیگر پہلوؤں میں بھی ہماری ہر طرح سے امداد کی ہے ٭

یہ کتاب اس سلسلہ کا پہلا نمبر ہے۔ جو ہم اُردو دانِ معلمین کو تعلیم کی نئی فلاسفی سمجھانے کی غرض سے شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہم اُمید کرتے ہیں۔ کہ اس سلسلہ کی کتابیں طلبائے نورمل سکول معلمین اور دیگر اُن اصحاب کے لئے خاص طور پر مفید ثابت ہونگی۔ جو اپنے شاگردوں کو پوری طرح سمجھانا چاہتے ہوں۔ اور یہ جاننا چاہتے ہوں۔ کہ بچے کا دماغ کس طرح کام کرتا ہے۔ اور جو اپنی لیاقت تامہ اور محبت دونو کے ذریعہ سے اپنی تحویل میں آئے ہوئے بچوں کی شخصیت کو اعلےٰ پیمانہ پر نشو و نما دینے کا قصد رکھتے ہیں ٭

نیازمند { اے۔ ای۔ ہارپر۔
پرنسپل مشن نورمل سکول موگہ

فہرست مضامین

حصول تعلیم کے اصول

پہلا باب

سیکھنا کسے کہتے ہیں

پچھلے پچیس سال میں تعلیمی معاملات کے سائنٹیفک (Scientific) مطالعہ میں اس قدر ترقی ہوئی ہے۔ کہ ایسی پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ آؤ ہم پہلے اس نئی روشنی پر غور کریں۔ جو علم سیکھنے کے عمل کے مختلف پہلوؤں پر ڈالی گئی ہے۔ ہم خصوصاً دو مسئلوں پر غور کرینگے۔ "علم سیکھنا کسے کہتے ہیں"۔ اور "یہ کس طرح واقع ہوتا ہے"۔ بعد ازاں ہم زندگی اور علم کے باہمی تعلقات پر غور کرینگے۔ اور آخر میں دیکھینگے۔ کہ ان نئے اصولوں کو سکول کے کام میں کس طرح عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔ اگرچہ مجھے ہندوستان کے حالات سے زیادہ واقفیت نہیں۔ تاہم

میں اس قدر ضرور جانتا ہوں کہ موٹے موٹے تعلیمی اصول
عام طور پر ہر ایک ملک میں وہی ہوتے ہیں۔ کیونکہ
تمام آدمیوں کے دماغ ایک ہی طریقہ پر کام کرتے
ہیں ۔

سیکھنے سے کیا مراد ہے ۔ جس وقت ہم کوئی
بات سیکھتے ہیں ۔ تو اُس وقت ہمارے دماغ میں کیا
کیفیّت واقع ہوتی ہے ۔ جس وقت آپ نے اپنے
کوٹ کا بٹن بند کرنا سیکھا تھا ۔ تو آپ نے کون
کون سے عمل کئے تھے ۔ کیا آپ ہر ایک عمل کو
درجہ بدرجہ بیان کر سکتے ہیں ؟ اس کا جواب نفی میں
ہے ۔ آپ بٹن بند تو کر سکتے ہیں ۔ لیکن آپ دوسرے
شخص سے وضاحت کے ساتھ یہ عمل بیان نہیں کر سکتے
ہیں ۔ تو کیا آپ نے بٹن بند کرنے کا عمل سیکھا؟
ہاں ۔ آپ نے عمل تو ضرور سیکھا ۔ لیکن آپ ان سب
مرحلوں کو جو آپ نے اس امر کو سیکھنے میں عبور کئے۔
اچھی طرح بیان نہیں کر سکتے ۔ ہم سب کو کوٹ کا
بٹن بند کرنے کی ضرورت اکثر پیش آتی ہے ۔ اس
ضرورت کا جواب ہم بٹن بند کرنے کے عمل سے
دیتے ہیں ۔ یہ طریقۂ عمل ہماری بناوٹ میں گھر کر
گیا ہے ۔ اب یہ ہماری زندگی کا جزو بن گیا ہے ۔
اس لئے یہ کہنا بجا ہے ۔ کہ ہم نے بٹن بند کرنے

کا عمل سیکھا ہے +

ہمیں اپنی زندگی میں مختلف اقسام کی ضرورتوں کا
سامنا ہوتا ہے۔ جس وقت کوئی ضرورت (Situation)
پیش آتی ہے۔ تو ہم موقع کے مطابق جوابی عمل
کرنے پر تیار ہوتے ہیں۔ فرض کرو
میرا کوئی دوست مجھے بازار میں آواز دیتا ہے۔ اُس کا
آواز دینا میرے لئے ایک ضرورت (Situation) کا
باعث ہے۔ اگر میں اس کی طرف چل پڑوں تو میرا
چلنے کا فعل اس ضرورت یا موقع (Situation) کا جوابی
عمل (Response) ہے۔ جس وقت وہ مجھے اپنی طرف
آتا دیکھتا ہے۔ تو میرا اس کی طرف چلنے کا فعل
اس کے لئے ایک نیا موقع یا ضرورت (Situation)
پیدا کرتا ہے۔ اس کے جواب میں اس کا میری طرف
قدم اٹھانے کا فعل اس کا جوابی عمل (Response)
کہا جا سکتا ہے۔ وہ میرے ساتھ ہاتھ ملانا چاہتا ہے۔
اب مجھے ایک نیا موقع پیش آتا ہے۔ اس کے جواب
میں میں اُس کے ساتھ ہاتھ ملاتا ہوں۔ میں اُس کے
ساتھ بات چیت شروع کرتا ہوں۔ میرا کلام کرنا اس
کے لئے ایک نیا موقع ہے۔ جو کچھ میں کہتا ہوں۔
وہ اس کے سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ اس کا جوابی عمل
ہے (Response) ہر ایک جوابی عمل پیدا کرنے کے لئے کسی موقع

با ضرورت (Sitnatlon) کا واقع ہونا ضروری ہے +
اپنی گفتگو میں میں جو الفاظ استعمال کرتا ہوں وہ اُن کے
مفہوم کو کس طرح سمجھتا ہے۔ اگر کسی وقت اس نے
ان الفاظ کا مفہوم نہیں سیکھا۔ تو یہ الفاظ اس کے
لئے بالکل بے معنی ہوتے اور میری گفتگو کے جواب میں
اس کا جوابی عمل کچھ اور ہی ہوتا۔ لیکن موجودہ حالت
میں اس کے گذشتہ تجربہ نے بعض آوازوں اور خیالات
یا یوں کہو کہ الفاظ اور ان کے معنوں میں باہمی ربط
پیدا کر دیا ہے +
(یعنی جس وقت آواز سنائی دیتی ہے۔ تو دماغ
اس آواز کا مطلب جھٹ پٹ سمجھ لیتا ہے۔ مثلاً
جس وقت میں کسی شخص کے مُنہ سے "باپ" کی
آواز سُنتا ہوں۔ تو جھٹ سمجھتا ہوں۔ کہ اس آواز
سے مراد وہ ہستی ہے۔ جس نے مجھے پیدا کیا۔
دوسرے الفاظ میں میرے دماغ میں لفظ "باپ" کی
آواز اور لفظ "باپ" کے مطلب میں خاص تعلق پیدا
ہوگیا ہے) یہ تعلق ایک قسم کا سیکھنے کا عمل ہے۔ حقیقت
میں ہمارا تمام علم اِن ہی تعلقات کا
مجموعہ ہوتا ہے +
اس قسم کے تعلقات کو ہم علم النفس کی زبان
میں یہ موقع Pscholoyical language. اور جوابی عمل کا

کے تعلّقات یا زنجیریں یعنی (S.R bonds) کہہ سکتے ہیں اگر میں آپ سے پوچھوں 3x6 کتنے ہوتے ہیں - تو میرا 3x6 کے پوچھنے کا فعل آپ کے لئے ایک "موقع" ہے - اس سوال کے جواب دینے کا عمل یعنی 18 کا خیال آپ کی طرف سے ایک جوابی عمل ہے +

یعنی جس وقت میں نے (3x6) کی آواز نکالی - تو آپ کے دماغ میں فوراً "18" کا خیال پیدا ہُوا - دوسرے الفاظ میں آپ کے دماغ کی نسوں میں (3x6) کا "موقع" اور "18 کا خیال" ایک دوسرے سے مربُوط ہو چکے ہیں - موقع کا پیدا ہونا "جوابی عمل" کو ظہور میں لاتا ہے - حساب سیکھنے کے دوران میں "موقع" اور "جوابی عمل" کو مربوط کرنے والی یہ کڑیاں پیدا ہوتی جاتی ہیں - اگر کسی بچّہ میں اس قسم کی کوئی ایک کڑی نہ پائی جائے - تو ہم کہتے ہیں کہ اس نے حساب کا وہ حصّہ نہیں سیکھا - جس کے سیکھنے سے یہ کڑی دماغ میں جاگزیں ہوتی ہے +

وہ موقع یا ضرورتیں جو اس وقت میرے در پیش ہیں - اور جن کا میں جواب دیتا ہوں - مختلف قسم کی ہیں - اور میرے "جوابی اعمال" بھی کئی ایک ہیں - مثلاً اس کمرے کی وسعت اور ترتیب - آپ کے ارد گرد جو کچھ میں دیکھتا ہوں - جو کچھ میں نے آپ

کے کام کے متعلق معلوم کیا ہے - وہ بات جس
کی طرف آپ کو زیادہ توجہ دینی چاہیئے - یہ سب
باتیں میرے موقع کا جزو ہیں - ان کے مقابلہ میں
مختلف قسم کے جوابی عمل میری طرف سے پیدا ہو
رہے ہیں مثلاً میں آپ کی طرف دیکھ رہا ہوں - اور
یہ جانچ رہا ہوں - کہ آپ میری باتوں کو کس طرح
قبول کر رہے ہیں - میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کونسے
خیالات آپ پر آشکار کروں - یہ تجویز کر رہا
ہوں - کہ اب کونسی بات اس کے بعد کہوں - اور
اِسے کس طرح آپ کی سمجھ کے قابل بناؤں - مَیں
اس شش و پنج میں بھی ہوں - کہ جو بات مَیں نے
ابھی کہی تھی - وہ آپ نے اچھی طرح سمجھ لی ہے -
یا اُسے پھر دُہرانے کی ضرورت ہے - اِس موقع کے
در پیش ہونے پر میں ایک خوشی محسُوس کر رہا ہوں -
متذکرہ بالا سب امور میرے "جوابی عمل" کا جزو ہیں -
وہ موقع یا ضرورت جو مجھے در پیش ہے - کئی باتوں
پر مشتمل ہے - اسی طرح میرا جوابی عمل بھی کئی باتوں
پر مشتمل ہے - جو کچھ بھی جواب دے رہا ہوں -
یہ اُن تعلقات یا موقع اور جوابی عمل کی کڑیوں پر
مبنی ہے - جو گذشتہ وقت میں اس قسم کے موقعوں
پر میں نے سیکھی تھیں +

پس سیکھنے سے مراد دماغی نسوں میں اس قسم کے تعلقات یا کڑیوں کا ایک سلسلہ پیدا کرنا ہے "موقع اور جوابی عمل" کے تعلقات اپنا سلسلہ قائم رکھتے ہیں۔ اور ان سے بعض قسم کے جوابی عمل ظہور میں آتے ہیں - دوسرے الفاظ میں سیکھنے سے دماغی نسلوں میں ایسا وتیرہ پیدا کرنا مراد ہے جو اپنا سلسلہ خود بخود قائم رکھتا ہے - میں وتیرہ کے لفظ کو وسیع معنوں میں استعمال کرتا ہوں - یعنی اس میں بیرونی حرکتوں کے علاوہ سوچنے اور محسوس کرنے کی حالتیں بھی شامل ہیں - سیکھنا اس قسم کے وتیرہ کو کہتے ہیں - جو ہماری مخالفانہ کوششوں کے باوجود بھی اپنا سلسلہ قائم رکھتا ہے - میں اس وقت آپ سے کچھ پوچھنے لگا ہوں۔ جس وقت میں کہ چکوں - میں چاہتا ہوں - کہ آپ سب اپنے دماغوں کو اِس کے اثر سے کورا رکھیں۔ "5 × 2 کتنے ہوتے ہیں؟ کیا آپ میں سے کوئی شخص بھی اپنا دماغ اس سوال کے اثر سے بالکل کورا رکھ سکا ہے؟ نہیں - سیکھی ہوئی بات نے آپ کی مخالفانہ کوشش کے باوجود اپنا اثر قائم رکھا - جس وقت سوال کیا - اُسی وقت آپ کی دماغی نسوں پر اثر واقع ہوا - اور آپ کے دماغ میں "دس" کا خیال پیدا ہو گیا - کوئی بھی اس اثر کو نہیں روک سکا +

اگر ہمارا وتیرہ جو اپنا اثر اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔
کافی و شافی اور بالکل موزون ہو۔ تو ہمارے لئے اور زیادہ
سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن دماغی نسوں کے
بہت سے تعلقات پسندبد ہوتے ہیں۔ اور بہت سے
غیر موزون۔ سیکھنے سے مراد ہے خاص تعلقات کو پیدا کرنا
اور مضبوط کرنا اور خاص تعلقات کو تبدیل اور کمزور کرنا۔
اس لئے سیکھنے کی ہمیشہ ضرورت رہتی ہے۔ اگر موقع اور
جوابی عمل کے تعلقات مضبوط ہوں۔ تو ضرورت
کے واقع ہوتے ہی جوابی عمل لازمی طور پر ظہور میں
آتا ہے۔ جتنا تعلق زیادہ مضبوط ہوگا۔ جوابی عمل
اُتنا ہی جلدی اور پختہ طور پر ظہور میں آئیگا۔
اگر تعلق کمزور ہے۔ تو اس کے برعکس ہوتا ہے۔
درست قسم کا سیکھنا موزون تعلقات کو اس طرح
سے مضبوط کرنا ہے۔ کہ وہ بہت جلد اپنا اثر
لے جاتے ہیں۔ سیکھنا اس حالت میں مکمل کہا جا سکتا
ہے۔ جبکہ نہ صرف موقع اور جوابی عمل کی کڑیاں
اپنا اثر لے جانے کے قابل ہوں۔ بلکہ جب ان
کڑیوں کو آسا ہٹ دی جائے۔ تو جوابی عمل موقع
کی ضرورت کے عین مطابق ہو +

علم۔ ہمارے چلن کی بُنیاد ہے۔ ہمارا چلن ہمارے
اُس وتیرہ سے اور اُن جوابی عملوں سے بنتا ہے۔

جو ہم نے سیکھے ہوں - اگر ہمارے جوابی عملوں کا مجموعہ نیکی کے اصولوں کے مطابق ہے - تو ہمارا چال چلن نیک ہے - اگر ہمارے جوابی عملوں کا مجموعہ نیکی کے اصولوں کے بر خلاف ہے - تو ہمارا چال چلن خراب ہے - اسی طرح مؤثر چال چلن مؤثر اور کارگر جوابی عمل سیکھنے کا نتیجہ ہوتا ہے - اور غیر مؤثر چال چلن نا قابل جوابی عملوں کا +

پس علم کا اخلاق اور چال چلن کے ساتھ گہرا تعلق ہے - یہ ہرگز درست نہیں - کہ علم سیکھنے سے مراد کسی خاص واقفیت کو از بر یاد کرنا ہے +

خلاصہ کے طور پر ہم یوں کہ سکتے ہیں - جس وقت کوئی ضرورت واقع ہوتی ہے - تو ایک خاص قسم کا جوابی عمل ظہور میں آتا ہے - جوابی عمل کی قسم زیادہ تر ہمارے علم سے تعلق رکھتی ہے - علم اس حاصل کئے ہوئے ذخیرہ کا نام ہے - جس کے باعث ہم ایک خاص طریقہ پر عمل کرنے لگتے ہیں +

دُوسرا باب

مشق کا اصُول

کسی موقع یا ضرورت کا مناسب جوابی عمل ہم کس طرح سیکھتے ہیں ؟

علم کس طرح حاصل ہوتا ہے ؟ سب سے اوّل مشق کے ذریعے اگر آپ طلبہ سے پوچھیں ۔کہ نو جمع تین کتنے ہوتے ہیں ؟ یہ ایک موقع یا ضرورت ہے ۔ اگر وہ جواب میں کہیں "بارہ" تو یہ اُن کا مناسب جوابی عمل ہے ۔ مشق کے ذریعے اُنہوں نے نو جمع تین کے موقع اور بارہ کے جوابی عمل میں تعلق پیدا کر لیا ہے ۔جس قدر زیادہ مرتبہ وہ اس موقع کا درست طور پر جوابی عمل ظاہر کرینگے ۔اس قسم کا موقع (ضرورت) از سر نو پیش ہونے پر ان کا جوابی عمل اسی قدر زیادہ آسانی اور یقین کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا ۔مشق سے علم پختہ ہوتا ہے ۔ اس کے بر عکس جوابی عمل کی مشق نہ کرنے کی صورت میں تعلق کی کڑی مضبوط نہیں ہوتی ۔ہم وہی بات سیکھتے ہیں ۔جس کی ہم مشق کرتے ہیں ۔جس کی مشق

ہم نہیں کرتے۔ اس کے علم سے ہم محروم رہتے ہیں۔ یہی مشق کا قانون ہے +

آپ میں سے چند ایک اپنے دل میں کہ رہے ہیں۔ کہ یہ بات بہت پرانی ہے۔ ہم اسے مدت سے جانتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات صدیوں سے معلوم ہے۔ کہ کوئی چیز سیکھنے کے لئے مشق کی خاص ضرورت ہے۔ لیکن تعلیمی معاملات میں نہ تو اس کی اہمیت کو اچھی طرح سے پہچانا گیا ہے۔ نہ ہی اسے اچھی طرح عاید کیا گیا ہے۔ بہت سے سکول اپنے ہاں کے بچّوں کو ایسی باتوں کی مشق کراتے ہیں جو انہیں سکھانی مقصود نہیں ہوتیں۔ اور جو کچھ سکھانا چاہتے ہیں۔ اس کی مشق نہیں کراتے۔ مثلاً وہ اپنے بچوں کو اخلاقی کہاوتیں بار بار دہرانے پر مجبور کرتے ہیں۔ اور انہیں کاپی پر لکھواتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے لڑکوں کو اخلاقی افعال کے عمل کی کافی مشق نہیں کراتے۔ کیا بچے بار بار اخلاقی کہاوتیں دہرانے میں اخلاقی چلن کی مشق کرتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس وقت وہ محض اپنے منہ اور زبان کو ایک خاص طریقہ سے استعمال کرنے کی مشق کرتے ہیں۔ اخلاقی اطوار ہرگز نہیں سیکھتے۔ اس طرح محض دہرانے سے کونسی موقع اور جوابی عمل کی کڑیاں بنائی جاتی ہیں؟ جس وقت مدرس کو اخلاقی کہاوتیں پوچھنے کا موقع آتا ہے۔ تو بچّے محض

دُہرانے سے جوابی عمل ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن اخلاقی اطوار کا مطلب اس سے زیادہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ زندگی کے مختلف موقعوں پر لوگ مناسب جوابی عمل ظاہر کریں۔ اور اخلاقی کام کر کے دکھلائیں ؛

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ ایک شخص دفتر میں دن بھر سخت کام کرنے کے بعد شام کو گھر واپس آیا۔ دفتر کا تمام کام خراب ہو جانے کی وجہ سے اس کی طبیعت چڑ چڑی ہو رہی تھی۔ کھانا کھانے کے بعد وہ اور اس کی عورت کچھ پڑھنے لگے۔ اور بچے قریب ہی کھیلنے لگ پڑے۔ لیکن بچے اس قدر شور مچا رہے تھے۔ کہ یہ برداشت نہ کر سکتا تھا۔ آخر بیوی سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "میں پڑھنا چاہتا ہوں۔ بچوں سے کہو ذرا خاموشی سے کھیلیں۔ عورت نے بچوں سے کہا۔ "تمہارے ابا جان کو دن بھر سخت کام کرنا پڑا۔ اب بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تم شور نہ کرو۔ ذرا آرام سے کھیلو۔ تاکہ وہ اپنے مطالعہ سے حظ اُٹھا سکیں"۔ بچوں کو یہ بات بالکل مناسب معلوم ہوئی اور کچھ دیر کے لئے چُپ ہو گئے۔ لیکن جیسا کہ اکثر بچوں کا دستور ہوتا ہے۔ جلدی ہی بھول گئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پھر شور مچانے لگ پڑے۔ باپ اور بھی جھنجلایا اور بیوی کو بولا۔ کیا تم ان بچوں کو چُپ نہیں

کرا سکتیں ؟" وہ بچّوں کو مخاطب کر کے پھر کہنے لگی۔ "تمہارے ابّا جان بہت تھکے ہوئے ہیں۔ تمہیں چپ چاپ کھیلنا چاہیئے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ گھر میں آرام محسوس کریں"۔ اب کے بھی بچے کچھ دیر چپ رہے اور پھر سب کچھ بھول بھال گئے۔ اس مرتبہ باپ نے خود چلّا کر کہا۔ "تمہاری والدہ نے دو دفعہ تم کو سمجھایا ہے۔ میں صرف ایک دفعہ کہونگا۔ اگر اب تم میں سے کسی کی بھی آواز آئی۔ تو سب کو سونے کے کمرے میں بھیج دونگا"۔

آؤ اب سوچیں۔ کہ اس واقع میں لڑکوں نے کسی بات کی مشق کی۔ پہلی اور دوسری مرتبہ جب اُن کی ماں نے سمجھایا۔ تو معاملہ صرف غور و تعمق تک محدود رہا۔ لیکن تیسری دفعہ جب باپ بولا۔ تو اس کی جگہ دور اندیشی نے لے لی۔ اور اُنہوں نے زیادہ دور اندیشی کی ہی مشق کی۔ وہ یہ جان گئے۔ کہ اگر اُنہوں نے اور شور کیا۔ تو باپ اُن کو سونے کے لئے مجبور کریگا۔ لہٰذا دور اندیشانہ طریقہ سے وہ چپ رہے۔ ہم جانتے ہیں۔ کہ اگر اُنہوں نے دور اندیشی کی مشق کی۔ تو دور اندیشی ہی سیکھی۔ اس موقع پر آپ شاید یہ سوال کرینگے "کیا اُن کے لئے چپ رہنا واجب نہ تھا؟ کیا انہیں چپ

کرنے کے لیئے مجبور نہیں کرنا چاہیئے تھا؟" اس کے
جواب میں میں آپ سے پوچھتا ہوں " جب ہم بچّوں
کو چپ رہنے کے لئے مجبور کرتے ہیں ۔ تو کیا
ہم ان کی اخلاقی نشو و نما کو مدِ نظر رکھتے ہیں۔
یا اپنے آرام کو؟ شور کرنے والے بچّوں کی حالت
میں صرف تین صورتیں ممکن ہوسکتی ہیں ۔ ایک صورت یہ
ہے ۔ کہ وہ شور کرنا جاری رکھیں ۔ اگر انہیں اس بات کا
احساس ہو ۔ کہ ایسا کرنے سے ان کے باپ کو تکلیف
ہوتی ہے ۔ تو وہ لاپرواہی اور بے اعتنائی کی مشق کر
رہے ہیں ۔ اور لاپرواہی اور بے اعتنائی ہی سیکھ رہے ہیں۔
دوسری صورت یہ ہے ۔ کہ وہ دور اندیشی کو مدِ نظر رکھتے
ہوئے خوف کے مارے چپ ہو رہیں ۔ ہم اکثر یہی خیال کرتے
ہیں ۔ کہ بچّوں کو شور سے ہٹانے کا یہی ایک طریقہ
ہے ۔ لیکن یہ طریقہ درست نہیں ۔ کیونکہ ایک تیسری
صورت بھی ممکن ہے وہ یہ کہ بچے سمجھ کی وجہ سے
چپ کرنا سیکھ جائیں ۔ وہ یہ محسوس کریں ۔ کہ ایسے
موقع پر ان کے لئے چپ رہنا اُن کا فرض ہے۔
جتنی جلدی ہو سکے ۔ ہمیں اپنے بچّوں میں سمجھ کی
حس یا مادہ پیدا کرنا چاہیئے ۔ جب تک بچّوں کو سمجھ
اور غور کی مشق کرانا مشکل ہو ۔ اتنا عرصہ ہم دور اندیشی
کی مشق کرا سکتے ہیں ۔ لیکن آہستہ آہستہ دور اندیشی

کے ساتھ ساتھ سمجھ کی حِس کا عنصر شامل کرتے جانا چاہئے - اور جس قدر جلد ممکن ہو دور اندیشی کا عنصر بہت کم یا بالکل خارج کر دیا جائے۔اور صرف سمجھ کا مادہ رہ جائے - جو قدم بھی ہم ترقی کی طرف بڑھاتے ہیں - ہم یہ نہیں کہ سکتے - کہ اس میں ہمیں کامیابی ہوگی یا نہیں - لیکن ہمیں آہستہ آہستہ آگے کی طرف قدم اُٹھاتے جانا چاہیئے - اور دیکھنا چاہیئے - کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے +

مشق صرف اسی کڑی یعنی تعلق کو مضبوط کرتی ہے جس کو بار بار دُہرایا جاتا ہے - اس کے علاوہ کسی اور ایسی کڑی یا تعلق کو اس سے کوئی تقویت نہیں ملتی جو زیر مشق تعلق کے ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہو - لہٰذا ہمیں اس بات کا بے حد خیال رکھنا چاہیئے - کہ کس چیز کی مشق کی جا رہی ہے - اگر ہم چاہتے ہیں - کہ ہمارے بچے کوئی خاص جوابی عمل سیکھیں - تو ہمیں اس کی ہی مشق کرانی چاہیئے - اگر ہم چاہتے ہیں - کہ ہمارے بچوں میں کوئی خاص وصف پیدا ہو جائے - تو ہمیں اُسی وصف کی مشق کرانی چاہیئے - نہ کہ ایسے وصف کی جو مطلوبہ وصف سے کسی پہلو میں مشابہ ہو - میں ایک نیک عورت کا ذکر کرنا مناسب سمجھتا ہوں - جو اپنے لڑکے کو نیکی کا سبق سکھلانا چاہتی تھی - وہ اپنے بچے کو اکثر

کہا کرتی تھی ۔ "اپنی بہن کو نصف مٹھائی دے دو۔
تمہیں فیاض ہونا چاہیئے"۔ اگر وہ مٹھائی نہ دیتا۔
تو وہ اُسے سزا دیتی۔ چنانچہ جب ماں نزدیک ہوتی۔
تو لڑکا کچھ مٹھائی اپنی بہن کو دے دیتا۔ لیکن کیا وہ
فیاضی کے وصف کی مشق کر رہا تھا؟ بالکل نہیں
فیاضی سے مراد نہ صرف خاص قسم کا بیرونی فعل
ہے ۔ بلکہ دل میں ایک خاص جذبہ پیدا ہونا چاہیئے۔
حقیقت میں وہ دور اندیشی کے وصف کی مشق کر رہا
ہے ۔ نہ کہ فیاضی کی ۔ وہ فیاضی کا کام نہیں کرسکتا
جب تک کہ وہ اس وصف کی خوبی کو دل میں محسوس
نہ کرے ۔ ہم اپنے بچوں کو کس طرح مشق کرائیں ۔ کہ
ان میں کسی خاص وصف کے حاصل کرنے کا احساس
پیدا ہو جائے ۔ یہ ایک اہم تعلیمی مسئلہ ہے +

آپ کے جو لڑکے ٹریننگ کالجوں اور سکولوں سے
نکلتے ہیں۔ لوگوں کا ان کی بابت کیا خیال ہے ۔ اِن
میں کسی بات میں سبقت لے جانیکا بہت کم مادہ پایا جاتا ہے
وہ خود سوچنے کا مادہ بھی نہیں رکھتے۔ اس کی وجہ کیا
ہے ؟ یہی کہ انہیں سوچنے کی مشق نہیں کرائی جاتی
آپ اپنے لوگوں کو تب ہی سوچنے کے قابل بنا سکتے
ہیں۔ جب انہیں ایسی مشکلات کا سامنا کرائیں ۔ جن
میں انہیں خود سوچ کر کام کرنا پڑے۔ وہ ذمہ وارانہ

طریقہ سے سوچنا اس صورت میں سیکھ سکتے ہیں۔ جب کہ انہیں خود سوچنے کی مشق کرائی جائے۔ نہ کہ اس وقت جبکہ ان کو دوسروں کے خیالات جذب کرنے کے لئے کہا جائے۔ لوگ کسی بات میں سبقت کرنا کس طرح سیکھتے ہیں؟ صرف پہلا قدم اُٹھانے کی مشق کرنے سے اگر میرا اختیار ہو۔ تو میں ٹریننگ کالجوں اور سکولوں میں ایسے طریقہ پر تبدیلی پیدا کر دوں۔ کہ لڑکوں کو ذمہ واری اُٹھانے۔ اپنے لئے خود سوچنے۔ پہل کرنے۔ اور سوسائٹی میں اپنی قابل اعتبار شخصیت پیدا کرنے میں کافی مشق کرائی جائے ✣

مجھے مصر اور ہندوستان کے اساتذہ سے یہ سن کر بے حد افسوس ہوتا ہے۔ کہ ہمیں محض امتحانوں کی خاطر پڑھانا پڑتا ہے۔ ہمارے لئے مقررہ نصاب کی پابندی لازمی ہے۔ اگر ہم ایسا نہ کریں۔ تو لڑکے پاس نہیں ہونگے۔ اور ہم پر نافرض شناسی کا الزام لگایا جائیگا۔ طالب علم استاد کو ذمہ وار گردانتا ہے۔ اور اُستاد طالبعلم کو۔ اس طرح سلیبس کی پابندی لازمی قرار دی جاتی ہے۔ کیا امتحان ان تمام امور پر حاوی ہیں۔ جن پر ہندوستان کی مختلف النوع زندگی مشتمل ہے؟ ہرگز نہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ بہت سے ہندوستانی جو یہ محسوس کر رہے ہیں کہ امتحانوں کے مروجہ طریقہ سے تعلیم

کی رُوح قبض ہو رہی ہے۔ کیا آپ جانتے ہیں۔ کہ ایسا کیوں ہے؟ ایک فراخ رقبہ کے لئے پبلک امتحانوں کا طریق مقرر کرنے سے مشق کے لئے بہت کم گنجائش رہ جاتی ہے۔ اور تجربہ کا میدان تنگ ہو جاتا ہے۔ لڑکے صرف وہی واقعات سیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جن کا امتحان میں پوچھے جانے کا امکان ہو۔ لیکن جس قسم کے علم پر ہم بحث کر رہے ہیں۔ اس میں وہ سب باتیں شامل ہیں۔ جن کا ہماری زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ یہ علم اس علم کی نسبت جس کا تعلق امتحانوں سے ہے بہت وسیع ہے۔ امتحان ہماری زندگی کے ایک قلیل حصّہ پر حاوی ہوتے ہیں۔ یہ ماسوائے اس واقفیت کے جو محدود باتوں کے متعلق ہو۔ اور جس کا اصلی مدعا محض ممتحن کو خوش کرنا ہو۔ باقی بہت سی باتوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں +

پس ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہم کوئی بات اسی صورت میں سیکھ سکتے ہیں۔ جبکہ اُسی بات کی مشق کی جائے۔ جس بات کی ہم مشق نہیں کرتے۔ اسے ہم سیکھ نہیں سکتے۔ چونکہ مدرسوں کی حیثیت میں آپ کے ذمّہ بچّوں کا چال چلن بنانا ہے۔ اسلئے آپ کو اپنے طالبعلموں سے ایسے چال چلن کی مشق کرانی چاہیئے۔ جیسا کہ آپ ان میں پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ وہ صرف اسی چیز کو سیکھتے ہیں۔ جس کی کہ وہ۔ روحانی۔ دماغی۔ اور جسمانی طور پر مشق کرتے ہیں +

تیسرا باب

رنج اور تسکین کا تعلیم پر اثر

اب تک ہم اس بات پر غور کرتے رہے ہیں۔
کہ مشق سے علم حاصل کرنے میں کیا مدد ملتی ہے۔
لیکن علم کی تحصیل میں محض مشق کافی نہیں۔ بہت
سی ایسی باتیں ہیں۔ جن کی مشق سے ہم ان پر عمل
کرنا سیکھتے ہیں اور بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جن کی
مشق سے ہم ان سے احتراز کرنے لگتے ہیں۔ کیا وجہ
ہے۔ کہ مشق کے ذریعے بعض باتوں کو ہم سیکھتے ہیں۔
اور بعض سے دُور رہنے لگتے ہیں +

فرض کرو۔ کہ میں ابھی ٹینس کھیلنا سیکھتا ہوں۔
میں کوشش کرتا ہوں۔ کہ میری گیند جال کے اوپر سے
کھیل کے میدان میں احاطہ کے اندر اندر گرے۔ بار
بار میری گیند۔ جال میں جا کر گرتی ہے۔ آخر میں اسے
جال کے اوپر سے پھینکنے میں کامیاب ہوتا ہوں۔ لیکن
احاطہ کی لکیر سے باہر گرتی ہے۔ وقتاً فوقتاً گیند
جال کے اوپر سے لکیروں کے اندر گرتی ہے۔ جب
گیند جال میں جاکر گرتی ہے یا لکیروں کے باہر چلی جاتی ہے۔

تو کیا میری مشق کا طریقہ درست ہوتا ہے؟ بالکل نہیں
پہلے پہلے میں صحیح بات کی نسبت غلط بات کی زیادہ
مشق کرتا ہوں۔ تاہم آہستہ آہستہ میں صحیح بات کو سیکھ
جاتا ہوں۔ میں غلط بات کو کیوں نہیں سیکھتا؟ اگر
علم کی تحصیل کا انحصار صرف مشق کے قانون پر ہی
ہوتا۔ تو مجھے غلط بات ضرور سیکھنی چاہیئے تھی +

حقیقت یہ ہے۔ کہ جب میری گیند جال میں
گرتی ہے۔ تو مجھے اپنی ناکامی سے رنج ہوتا ہے۔
اس رنج کی وجہ سے میں اس بات کو پھر دہرانا نہیں
چاہتا۔ میں یہ جانچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہ میرے
بازو کی کونسی حرکت سے گیند جال میں جاکر گری۔ اور
پھر میں اس حرکت سے بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔
جس وقت گیند جال میں گرتی ہے۔ یا لکیروں کے
باہر گرتی ہے۔ تو مجھے سخت رنج ہوتا ہے۔ جس
بات کی وجہ سے مجھے رنج ہوتا ہے۔ میں اس سے
نفرت کرنے لگتا ہوں۔ لیکن جس وقت میری گیند
درست جگہ پر گرتی ہے۔ تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔
میری کامیابی میری تسکین کا موجب ہوتی ہے۔ میں
ان حرکات کو جو میری کامیابی اور تسکین کا موجب
ہوئیں۔ بار بار دُہرانے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں گیند
کو اس طریقہ سے چوٹ لگانا سیکھتا ہوں۔ جس کے

باعث مجھے کامیابی ہوتی ہے۔ جس طریقہ سے ناکامی ہوتی ہے۔ اس کو بھولنا چاہتا ہوں۔ جس بات سے مجھے کامیابی اور تسکین ہوتی ہے۔ اسے میں حاصل کرتا ہوں۔ جس سے مجھے ناکامیابی اور رنج ہوتا ہے اس سے احتراز کرتا ہوں اس اصول کو ذیل کے الفاظ میں بیان کر سکتے ہیں۔ ہم ان طریقوں کو سیکھتے ہیں۔ جو ہمیں کامیابی اور تسکین بخشتے ہیں۔ اور جو طریقے ہماری ناکامی اور رنج کا باعث ہوتے ہیں۔ ان سے احتراز کرنا سیکھتے ہیں +

میں ایک شخص کے تجربہ سے ایک اور مثال پیش کرتا ہوں۔ یہ شخص آبی جانوروں کے حوض میں مچھلیوں کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اس حوض میں ایک بڑی مچھلی تھی۔ جو ایک اور قسم کی چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کی عادی تھی۔ تجربہ کرنے والے نے بڑی اور چھوٹی مچھلیوں کے درمیان شیشے کا پردہ قائم کر دیا۔ بڑی مچھلی اس پردہ کو نہیں دیکھ سکتی تھی جب بڑی مچھلی نے ایک چھوٹی مچھلی کو اپنے سامنے دیکھا۔ تو جیسا کہ اس کی عادت تھی۔ اُس کے پکڑنے کے لئے اُس کا تعاقب کیا۔ لیکن اب کی دفعہ اس کی تھوتھنی شیشے کے پردہ کے ساتھ ٹکرائی۔ جس

سے اُسے تکلیف ہوئی۔ بار بار یہ حادثہ پیش آنے سے
بڑی مچھلی کا شوق تعاقب کم ہوتا گیا۔ حتّٰے کہ آخر
اُس نے چھوٹی مچھلیوں کو پکڑنا بالکل ترک کر دیا۔
اس پر تجربہ کرنے والے نے شیشے کا پردہ اُٹھا
لیا۔ اب چھوٹی مچھلیاں بڑی مچھلی کے ارد گرد
تیرتی پھرتی تھیں۔ لیکن وہ ان کو کوئی ایذا نہیں
پہنچاتی تھی۔ کیونکہ جب اُسے اُن کے پکڑنے میں
بار بار ناکامی اور رنج کا سامنا ہوا۔ تو اُس نے
اپنی ان کوششوں سے احتراز کرنا سیکھ لیا +

آپ نے اکثر دیکھا ہوگا۔ کہ بار بار کے استعمال
سے آپ کسی دروازہ کے قفل کے محل وقوع سے
اتنے واقف ہو جاتے ہیں۔ کہ قفل کا سوراخ دیکھنے
کے بغیر ہی آپ اپنی چابی قفل کے سوراخ میں ڈال
دیتے ہیں۔ پھر اگر آپ مکان تبدیل کر لیں۔ اور
نئے مکان کے دروازہ میں قفل آپ کے سابقہ گھر
کے قفل کی نسبت کم بلندی پر لگا ہوا ہو تو بغیر
سوچنے سمجھنے کے اپنی پہلی عادت کے بموجب اس
نئے دروازے پر آپ اونچی جگہ پر چابی رکھتے ہیں۔
قفل کا سوراخ نہ ملنے کے باعث آپ کو رنج ہوتا
ہے۔ آپ زیادہ نیچے کی طرف جاتے ہیں۔ اس سے
بھی آپ کو ناکامی اور رنج کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

یہی صورت دائیں یا بائیں جانب چابی پڑنے سے
ہوتی ہے۔ آخر کار آپ چابی سوراخ میں ڈالنے میں
کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس سے آپ کو تسکین ہوتی
ہے۔ اگلی رات آپ سوراخ کو نسبتاً آسانی سے ڈھونڈ
لیتے ہیں۔ پھر بار بار کی مشق سے آپ کا ہاتھ پہلی دفعہ
ہی سوراخ پر چلا جاتا ہے۔ جس طریقہ سے آپ کو
تسکین اور کامیابی حاصل ہوئی۔ اس کو تو آپ
نے پختہ کیا۔ اور جس سے رنج اور ناکامیابی حاصل
ہوتی تھی۔ اس سے احتراز کرنا سیکھ لیا +

آپ نے کبھی یہ سوچا ہے کہ اپنے وتیرہ پر غور کرنے
سے انسان کو کس قدر مدد ملتی ہے؟ فرض کرو۔ مجھ
سے کوئی نازیبا فعل سرزد ہوا ہے۔ جوش کی حالت
میں تو میں اپنے فعل پر خوش ہوتا ہوں۔ اور اپنے
آپ کو حق بجانب قرار دیتا ہوں۔ لیکن بعدازاں جب
میں تمام معاملہ پر تحمل سے غور کرتا ہوں۔ تو رنج
کو دخل کا موقع مل جاتا ہے۔ کیونکہ مجھے اس امر کا
احساس ہونے لگتا ہے۔ کہ میں نے غلطی کی۔ مجھے
اس غلطی پر افسوس ہونے لگتا ہے۔ اب میرا رنج
بڑھتا جاتا ہے۔ اور خوشی کم ہوتی جاتی ہے۔ ایسا
کرنے سے میں ایسی غلطی کے دوبارہ سرزد ہونے
کے امکان کو کم کرتا ہوں۔ جتنا زیادہ رنج اور افسوس

ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ ہیں ایسی غلطی کے اعادہ سے بچونگا
جب بچے کو اپنے کسی فعل سے رنج ہوتا ہے
تو وہ اس سے احتراز کرنا سیکھتا ہے۔ ہم رنج کو غلط
افعال کے ساتھ کس طرح مربوط کر سکتے ہیں۔ کیا
اس میں سزا کے لئے کوئی گنجائش ہے؟ ہاں سزا کے
لئے ضرور تھوڑی سی گنجائش ہے۔ اگر آپ بچے کو
کسی فعل سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ تو سزا کا خیال
بچے کو اس فعل کے کرنے سے روک سکتا ہے۔
لیکن اگر آپ اسے کوئی نیک فعل سکھانا چاہتے ہیں
تو سزا کا طریقہ مؤثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ بچہ سزا اور
اچھے فعل کے درمیان کوئی حقیقی تعلق محسوس نہیں
کر سکتا +

فرض کرو۔ ایک میز پر میز پوش بچھا ہوا ہے
اور اس پر کچھ پھول رکھے ہوئے ہیں۔ ایک چھوٹا
بچہ جو ابھی چلنا ہی سیکھ رہا ہے۔ اگر میز پوش
کو پکڑ کر نیچے کی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اور گلدان
ٹوٹ پڑتا ہے۔ ایسی حالت میں ہم کیا کرنا چاہتے
ہیں؟ ہم چاہتے ہیں۔ کہ بچہ آئندہ کے لئے میز پوش کو کھینچنے سے
احتراز سیکھے۔ ایسی حالت میں سزا کی گنجائش ہے۔
کیونکہ ایسا کرنے سے ہم کپڑا کھینچنے کے فعل اور
رنج میں (جو سزا دینے سے پیدا ہوگا) براہ راست

تعلّق پیدا کر رہے ہیں۔ سزا کے ذریعے ہم بُرے
جوابی فعلوں کو روک سکتے ہیں۔ لیکن اچھے جوابی
فعلوں کے پیدا کرنے میں سزا شاذ و نادر ہی کارگر
ہوتی ہے۔

فرض کرو۔ ایک لڑکے سے کوئی سخت قصُور
ہوتا ہے اور باپ اُس کو سزا دیتا ہے۔ لڑکا اس
واقع سے کس بات کا تجربہ حاصل کرتا ہے؟ ناکامی
اور رنج کا لیکن یہ موقع کے حالات پر منحصر ہوگا۔
کہ وہ کونسی بات سے احتراز کرنا سیکھتا ہے۔ اگر لڑکا
اپنی غلطی پر پشیمانی کا اظہار کرتا ہے۔ اور اس قصور
کے سرزد ہونے کو بڑی ناکامی خیال کرتا ہے تو
وہ کوشش کریگا۔ کہ ایسا فعل پھر سرزد نہ ہو۔
لیکن اگر لڑکا اپنے قصور کو محسوس نہ کرتا ہوُا کسی
قسم کی پشیمانی ظاہر نہیں کرتا۔ بلکہ اس بات پر افسوس
کرتا ہے۔ کہ وہ ایسا فعل کرتا ہوُا کیوں پکڑا گیا۔ تو
ایسی صورت میں اس کو پکڑے جانے کی پشیمانی
ہے۔ نہ کہ قصور کے سرزد ہونے کی۔ لہٰذا وہ
کوشش کریگا۔ کہ آئندہ کے لئے فعل کو اس طرح
سے سرانجام دے۔ کہ کوئی اس کو پکڑ نہ سکے۔
اس کو سزا دینے سے ہم دو ہی مقصد حاصل کرسکتے
ہیں۔ یا تو لڑکے کو دوبارہ قصور کرنے سے روکنا۔ یا

اُس کو چھپ کر قصور کرنے کے لئے اُکسانا - تا کہ کوئی اس کو دیکھ نہ سکے - سزا کا اثر لڑکے پر کیا ہوگا ؟ اس کا جواب ہم نہیں دے سکتے - یہ لڑکے پر ہی منحصر ہے - کہ وہ سزا دئے جانے کے فعل کو کس طرح محسوس کرتا ہے - آپ نے بعض اوقات دیکھا ہوگا - کہ آپ لڑکوں کے دل میں نظم سے دلچسپی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن لڑکے دلچسپی کی بجائے اس سے نفرت کرنے لگ جاتے ہیں - ایسی باتوں میں نتیجہ کا انحصار طلبا کے اپنے جوابی عمل پر ہے - کسی بات کے متعلق مدرس کے نکتۂ نگاہ کی نسبت لڑکوں کا اپنا نکتۂ نگاہ زیادہ اہمیت رکھتا ہے +

فرض کرو - ہم چاہتے ہیں - کہ کوئی لڑکا فیاضی سیکھے - اس کا کسی اگلے موقع پر کم یا زیادہ فیاض ہونا اس کے احساسات پر منحصر ہے - اگر حقیقی معنوں میں وہ فیاضی کی مشق نہیں کرتا - تو قدرتاً وہ کم فیاض ہوگا - اگر وہ کوئی فیاضانہ عمل کرتا ہے - اور خوش ہوتا ہے - کہ اُس نے ایسا نیک کام کیا - تو قدرتاً وہ آئندہ زیادہ فیاض ہوجائیگا - دوسرے الفاظ میں اگر فیاضی کے عمل کے ساتھ لڑکے کو تسکین حاصل ہوتی ہے - تو ہم اُس میں فیاضی کا مادہ پیدا

کرتے ہیں۔ لیکن اگر فیاضی کا فعل کرتے وقت وہ اپنے دل میں رنج اور ناکامی کا جذبہ محسوس کرتا ہے۔ تو ہم اس کے دل میں فیاضی کے خلاف نفرت کا مادہ پیدا کرتے ہیں +

میں آپ کو لڑکوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا کرنے کی ایک مثال دیتا ہوں - کئی سال کا ذکر ہے۔ کہ میں اس وقت ساتویں جماعت کو پڑھاتا تھا۔ جب میں نے اس جماعت کا چارج لیا۔ طلبہ جھوٹ بولنے کے بہت عادی تھے۔ حقیقت میں ان سے بڑھ کر جھوٹ بولنے والے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ وہ اُستاد کو اپنا دشمن خیال کرتے تھے۔ اور ہر ممکن طریقہ سے دھوکا دینے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ سکول کو ایک تکلیف دہ جگہ خیال کرتے تھے۔ اس لئے اس سے اُن کو خاص نفرت ہو گئی تھی۔ جتنا کم عرصہ انہیں سکول میں ٹھہرنا پڑتا۔ اُتنے ہی زیادہ وہ خوش ہوتے سکول کے ضبط کو بھی وہ اپنے لئے جبر خیال کرتے تھے۔ میں نے اُن میں دو عادتیں پیدا کرنے کا ارادہ کیا۔ یعنی ضبط کا قائم رکھنا۔ اور سچ بولنا میں نے یہ محسوس کر لیا تھا۔ کہ ان عادتوں کو پختہ کرنے کے لئے ان میں تسکین کا جذبہ ضرور

پیدا کرنا چاہئے۔ یعنی وہ محسوس کریں۔ کہ ان دونو باتوں کو
عمل میں لانا ان کا اخلاقی فرض ہے۔ دوسرے الفاظ
میں میرا اب یہ مقصد تھا۔ کہ جس وقت وہ ان دونو
باتوں کے کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ تو وہ
اپنے دل میں خوشی محسوس کریں۔ اور بصورت دیگر
رنج۔ اب اس کو حل کس طرح کیا جائے؟ میں نے
جماعت کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ میں کمرہ سے باہر
جا رہا ہوں۔ میں تم میں سے ہر ایک سے امید
کرتا ہوں۔ کہ وہ خود اپنے اطوار کا ذمہ وار ہو۔
اگر کوئی لڑکا کسی قسم کا شور و غل کریگا۔ تو
واپس آنے پر میں اُسے اپنا ہاتھ اُٹھانے کے لئے
کہونگا۔ میں یہ تم کو بتا دینا چاہتا ہوں۔ کہ میں
تم کو کسی قسم کی سزا دینی نہیں چاہتا۔ حقیقت
میں اس بارہ میں میں کوئی نوٹس نہیں لینا چاہتا
میں صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ آپ اپنے اپنے وتیرہ کا
خیال رکھیں۔ اور مجھے بتا دیں۔ اس دن جب
میں کمرہ چھوڑ کر چلا گیا۔ جماعت میں بہت
گڑ بڑ اور شور غل ہوا۔ میری واپسی پر صرف
چند لڑکوں نے ہی اپنے ہاتھ اُٹھائے۔ اس خاموشی
کے دوران میں ایک لڑکے نے دوسرے کی طرف
اشارہ کر کے کہا۔ تم اپنا ہاتھ کیوں نہیں اُٹھاتے۔

تمہیں یہ اچھی طرح معلوم ہے۔ کہ تم بھی شور مچانے کے اتنے ہی ذمہ واڑ ہو۔ جتنے ہم۔ جس لڑکے کو اُس نے مخاطب کیا تھا۔ وہ بہت شرمندہ ہُوا۔ کئی اور لڑکے بھی اس بات کی شرم محسُوس کرنے لگے۔ کہ اُنہوں نے اپنے ہاتھ نہیں اُٹھائے۔

اگلے دن میں نے پھر اس عمل کو دُہرایا۔ اب لڑکوں نے کم شور مچایا۔ اور زیادہ لڑکوں نے ہاتھ اُٹھائے۔ اُن کے چہروں سے کامیابی اور خوشی کا احساس ظاہر ہوتا تھا۔ وہ سچ بولنے اور ضبط قائم رکھنے کے فعل کے ساتھ تسکین محسُوس کرتے تھے۔ میں نے اس عمل کو کئی ہفتے جاری رکھا۔ میں آگے سے زیادہ عرصہ جماعت سے غیر حاضر رہتا۔ یہاں تک کہ میری غیر حاضری میں کوئی بے ضبطگی اور شور و غل نہ ہوتا۔ سال کے ختم ہونے سے پہلے میں یہ محسُوس کرنے لگ پڑا کہ سچ بولنے اور ضبط قائم رکھنے کی ہر دو عادتوں کو جماعت نے اختیار کر لیا ہے۔ یہ تبدیلی اس واسطے واقع ہوئی۔ کہ لڑکوں نے ان نیک عادتوں کو سیکھتے وقت اپنی خوشی سے سیکھا۔ اگر میں محض سزا پر زور دیتا۔ تو نہ جانے نتیجہ کیا نکلتا۔ شاید معاملہ بہت مایوسی خیز ہو جاتا۔ کیونکہ ممکن تھا۔ کہ سچ بولنے پر میں اُن

کو قصور کے بدلے میں سزا دینا۔ اور اُن کو اس قدر رنج ہوتا۔ کہ وہ اس عادت کو سیکھنا بالکل پسند ہی نہ کرتے +

جو تسکین حاصل ہوتی ہے اس کے مدارج اور اقسام کا انحصار ہر شخص کی اپنی فطرت پر ہے۔ خود غرض آدمی کو محدود اور گھٹیا قسم کی تسکین حاصل ہوتی ہے۔ اور فیاض شخص کو وسیع اور اعلےٰ قسم کی۔ ایک کنجوس کو لیجئے جسے محض اپنی اور اپنی دولت ہی کی فکر ہوتی ہے۔ اس کی تسکین کا دائرہ بہت محدود ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں اُس ماں کی حالت کو لیں جس کا بچہ بیمار ہے۔ ماں کی ساری محبت اور سارا خیال اُس بچے پر مرکوز ہوتا ہے۔ اور صرف یہ دھن ہوتی ہے۔ کہ بچہ کسی نہ کسی طرح تندرست ہو جائے۔ وہ بچے کے خیال میں اس قدر مگن ہوتی ہے۔ کہ اپنے آپ کو بالکل بھول جاتی ہے۔ اور اپنی صحت کا بھی کوئی خیال نہیں رکھتی۔ بچے کی محبت اس کے ہر ایک فعل کا محرک بن رہی ہے۔ اس کی تمام تسکین اور دلچسپی کا مرکز اس کا بچہ ہے۔ بعض ماتاؤں کی حالت اس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ وہ نہ صرف اپنے بچوں سے ہی محبت کرتی ہیں بلکہ اپنے خاندان سے باہر دوسرے بچوں سے بھی

انہیں ہر انسان سے محبت ہوتی ہے۔ وہ سب سے نیکی کرنے کے لئے آمادہ رہتی ہیں۔ جنگ یورپ کے دوران میں ایک عورت نے مجھ سے کہا "تمام یورپ میں آگ لگ رہی ہے۔ ہمیں بھی اپنے لڑکوں کو حق و انصاف کی مدد کے لئے بھیجنا چاہئے"۔ اس کے مقابلہ میں ایسی مائیں بھی تھیں۔ جو کہتی تھیں۔ "مجھے اپنے ملک کی نسبت اپنا بچہ زیادہ پیارا ہے میں اس سے جدا ہونا گوارا نہیں کر سکتی"۔ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے۔ کہ تنگ اور فراخ حوصلہ نیز ادنےٰ اور اعلےٰ ارادوں میں کیا فرق ہے +

بچّوں کو پڑھاتے وقت ہمارا کام یہ ہے۔ کہ ان کے موجُودہ رجحان کے مطابق عمل کریں۔ ان کی نظر عام طور پر تنگ اور خود غرضانہ ہوتی ہے۔ ہمارا مدعا یہ ہونا چاہئے۔ کہ آہستہ آہستہ ان کو فراخ دل اور فیاض بنائیں +

آپ میں سے بعض یہ خیال کرتے ہونگے۔ کہ میں تسکین کو بطور ایک بڑے اخلاقی معیار کے آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ میری ہرگز یہ مُراد نہیں۔ ہمارا اصلی معیار تحصیل علم ہے۔ اس معیار کے حاصل کرنے کے لئے تسکین ایک ذریعہ ہے۔ ہم اس اخلاقی سوال پر بحث نہیں کر رہے۔ کہ

کونسی عادات اچھی ہیں - اور کونسی خراب - اگرچہ یہ سوال سخت توجہ کا محتاج ہے - تاہم فی الحال اس سوال پر بحث علم النفس کے پہلو سے ہو رہی ہے - کہ عادات خواہ وہ اچھی ہوں یا بُری کس طرح بنتی ہیں۔ ہم یہ سوچ رہے ہیں - کہ ہم کسی بات کا علم کس طرح حاصل کرتے ہیں - ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے - کہ کس قسم کا علم حاصل کر رہے ہیں - اگرچہ علم اخلاق ایک بڑا ضروری مضمون ہے - لیکن موجودہ بحث کے لئے ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں - ہماری بحث اس وقت مطلوبہ مقاصد پر حاوی نہیں - بلکہ صرف ذرائع تک محدود ہے +

اگر ایک ہی موقع پر تسکین اور رنج دونو اکٹھے واقع ہوں - تو پھر کیا ہونا ہے ؟ بعض اوقات کسی فعل کے جاری کرنے سے تو تسکین ہوتی ہے - لیکن نتیجہ سزا کی صورت میں رنج کا موجب ہوتا ہے (مثلاً کوئی لڑکا باغ سے پھل چرا کر کھا رہا ہے - اسے باغبان کا کوئی خیال نہیں - اس فعل کے جاری رکھنے سے اسے تسکین ہوتی ہے - فوراً ہی باغبان سر پر آ جاتا ہے - اور اس کے طمانچہ رسید کرتا ہے - جس سے اسے رنج پہنچتا ہے) یا یوں کہو - کہ کسی فعل کا ایک حصّہ تو خوشی کا باعث ہوتا ہے - اور دوسرے حصّہ سے رنج پہنچتا ہے - ایسی صورت میں تحصیل علم کس طرح واقع ہوتی ہے -

اگر رنج کی نسبت تسکین زیادہ ہے۔ تو تسکین کی زیادتی تحصیل علم کے لئے رغبت پیدا کریگی۔ لیکن اس کے خلاف رنج کی زیادتی اسی بات سے نفرت پیدا کریگی۔ تسکین اور رنج خواہ کسی طرح سے واقع ہوں۔ اُن کا تحصیل علم کے ساتھ گہرا تعلق ہے*

اب آپ پر اچھی طرح واضح ہوگیا ہوگا۔ کہ تحصیل علم کے لئے محض مشق کافی نہیں۔ ہندوستان کے مدرسوں میں بہت سے اُستاد اپنے طلبہ کو کسی بات کی مشق کراتے وقت زیادہ تر سزا اور رنج کو سامنے رکھتے ہیں۔ وہ اس بات پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ کہ لڑکے کسی درست بات سے واقفیت پیدا کریں۔ لیکن اِس بات کی اہمیت محسوس کرنے کے لڑکوں کے طرز عمل اور احساسات کو بالکل نظر انداز کر دیتے ہیں۔ اگر لڑکوں کو جبر کے ساتھ کسی نیک بات کے کرنے پر مجبور کیا جائے۔ تو اُن کے دل میں رنج پیدا ہونا ہے۔ لہٰذا وہ اندرونی طور پر اس بات سے نفرت کرنا سیکھتے ہیں۔ کوشش تو یہ ہونی چاہیئے۔ کہ ان کے دل میں خاصی رغبت پیدا ہو جائے۔ تاکہ بغیر جبر کے وہ خود بخود کسی بات کے کرنے پر آمادہ ہوں۔ کسی بات

کی مشق کراتے وقت لڑکوں کے طرزِ عمل اور احساسات کو بالکل نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ یہ قانون سب پر عاید ہوتا ہے۔ہم ان طریقوں پر عمل کرنا سیکھتے ہیں۔ جو ہمیں کامیابی اور تسکین بخشتے ہیں۔ ان طریقوں کو نظر انداز کرنا سیکھتے ہیں جن سے ہمیں ناکامی اور رنج ہوتا ہے۔ ہم ان باتوں کو بہت اچھی طرح سیکھتے ہیں۔ جن میں ہمارا دل جم جائے۔ کیونکہ ایسے فعلوں کے سر انجام دینے سے ہمیں بہت زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے +

چوتھا باب

حصول علم پر آمادگی کا اثر

فرض کرو ۔ مجھے سخت بھوک لگ رہی ہے۔ میں دیکھتا ہوں ۔ کہ کھانا چنا جا چکا ہے ۔کیا ایسے موقع پر میں مطالعہ کرنے کے لئے تیار ہوں ؟ نہیں کیا میں کھانے کے لئے تیار ہوں ؟ ہاں میں اس بات کا منتظر ہوں ۔ کہ کب میری بیوی کھانا کھانے کے لئے مجھے آواز دے ۔ اور میں جاؤں ۔ جونہی کہ میں اُس کی آواز سُنتا ہوں میں مستعدی کے ساتھ کھانے کے میز کی طرف قدم اُٹھاتا ہوں ۔ مجھے کھانے کی اس وقت سخت خواہش ہے ۔ لیکن جس وقت کھانا ختم ہو چکتا ہے ۔ تو کیا اُس وقت بھی مجھ میں اتنی ہی خواہش موجود ہوگی ؟ بالکل نہیں ۔کھانا کھانے سے پہلے کھانے کے عمل اور ہضم کرنے کے عمل کے تعلقات پُوری تیاری کی حالت میں تھے ۔ معدہ خالی تھا ۔ کھانے کو مانگتا تھا ۔ جونہی کہ کھانا اس میں داخل ہُوا ۔ ہاضمہ کے فعل نے اپنا عمل شروع کر دیا ۔ لیکن پیٹ بھر کر کھا چکنے کے بعد

یہ تعلقات اب مستعدی کی حالت میں نہ رہے۔ معدہ کوئی اور چیز قبول کرنے سے انکاری ہے +

کسی دوڑ کے موقع پر آپ نے دیکھا ہوگا۔ کہ بعض لڑکے دوڑ کے لئے بہت تیار ہوتے ہیں۔ اور بعض کم۔ شروع کرنے کے لئے لکیر کھینچی ہوئی ہے۔ جو لڑکے زیادہ تیاری کی حالت میں ہیں۔ وہ لکیر پر کھڑے آگے کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ اور اشارہ کے منتظر ہیں۔ بعض اوقات کوئی لڑکا اشارہ ملنے سے پہلے ہی دوڑ پڑتا ہے۔ کیوں؟ حقیقت میں وہ لڑکا دوڑنے کے لئے اس قدر تیار تھا۔ کہ اس نے خیال کیا۔ کہ اشارہ مل گیا ہے۔ ہم سب کے ساتھ ایسی ہی حالت ہوتی ہے۔ جس قدر کسی بات کے لئے تیار ہوں۔ اسی قدر تھوڑی تحریک درکار ہوتی ہے۔ اور اگر ہم مکمل تیاری کی حالت میں نہیں۔ تو ہمیں نسبتاً زیادہ تحریک کی ضرورت پڑتی ہے +

فرض کرو۔ کہ مجھے کوئی گہرا دوست بازار میں ملتا ہے میں اس سے دعا سلام کہنا چاہتا ہوں۔ وہ بھی اِس بات کی اُمید کرتا ہے۔ کہ میں اسے دُعا سلام کہوں۔ اگر میں اسے دعا سلام نہ بھی کہوں۔ تو چونکہ وہ اس موقع پر سخت تیاری کی حالت میں

ہے۔ اس کی دماغی حالت پر یہی ایک خیال قبضہ کئے ہوئے ہے۔ تو وہ میری طرف سے صبح بخیر یا بندگی اور سلام کے الفاظ سنے بغیر ہی مجھے "صبح بخیر" کہ دیتا ہے۔ پر صبح کے وقت تو وہ "صبح بخیر" کہنے کے لئے تیار تھا۔ لیکن شام کے وقت نہیں۔ جب کسی موقع اور جوابی عمل کا تعلق تیاری کی حالت میں ہے۔ تو انسان اس فعل کو سر انجام دینے کے لئے بالکل تیار ہوتا ہے۔ بصورت دیگر وہ تیار نہیں ہوتا +

لیکن اگر وہ شخص جسے میں "صبح بخیر" کہتا ہوں۔ مجھ سے کشیدہ خاطر ہے اور دل میں کینہ رکھتا ہے۔ تو کیا وہ میری دعا سلام کا جواب خندہ پیشانی سے دینے کے لئے تیار ہوگا؟ بالکل نہیں۔ اس کے دل میں اس وقت کوئی خوشی نہیں ہوگی۔ خواہ وہ بیرونی طور پر خندہ پیشانی کا اظہار کرنے کی کوشش بھی کرے۔ اس کے دل میں رنج کا عالم طاری ہوگا اگر کوئی آدمی کسی کام کے کرنے کے لئے تیار نہ ہو۔ لیکن اسے وہ کام کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو اسے سخت رنج ہوتا ہے۔ لیکن میرے دوست کے بارہ میں یہ حالت نہیں ہوگی۔ وہ خندہ پیشانی سے "صبح بخیر" کہنے کے لئے تیار ہوگا۔ اور خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے جذبات کا اظہار کرنے سے

اسے تسکین ہوگی - اگر کوئی شخص کسی پہلو میں کوئی فعل کرنے کے لئے تیار ہو ـــ تو اس فعل کو سرانجام دینے سے اسے تسکین ہوتی ہے - اگر موقع اور جوابی عمل کا تعلق تیاری کی حالت میں ہو - تو خیال کے عملی صورت اختیار کرنے کا امکان زیادہ ہوتا ہے اور اور اس فعل سے دل کو نسبتاً زیادہ تسکین حاصل ہوتی ہے +

فرض کرو - کوئی شخص کسی نہایت ضروری کام میں مشغول ہے - میں اُسے کوئی کہانی سُنانا چاہتا ہوں - کیا وہ اس کہانی کو سُننے کے لئے تیار ہوگا - بالکل نہیں - وہ مجھ سے کسی اور وقت پر سُنانے کے لئے کہیگا - لیکن اگر میں اسی وقت سُنانے کے لئے اصرار کروں - تو اُسے میرے اس فعل پر سخت رنج ہوگا - وہ اپنے کام میں منہمک ہے - اس کا دماغ کسی اور طرف مصروف ہے - ایسی حالت میں جبکہ وہ کوئی خاص کام کرنے کی تیاری میں ہو اور اسے وہ کام نہ کرنے دیا جائے - تو اُسے سخت تکلیف ہوتی ہے +

یہ ہم نے دیکھ ہی لیا ہے - کہ کس طرح تسکین اور رنج سیکھنے کے فعل پر اثر ڈالتے ہیں - اب ہم تسکین اور تیاری کا تعلق حسب ذیل الفاظ میں قلمبند کرتے ہیں - اگر ہم کسی کام کو کسی خاص پہلو میں

سر انجام دینے کے لئے تیار ہوں۔ تو اس فعل کے کرنے سے تسکین ہوتی ہے۔ اور اگر ہمیں اس سے روکا جائے تو رنج پہنچتا ہے۔ اسی طرح جب ہم تیار نہ ہوں۔ اور ہمیں وہ کام کرنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ تو ہمیں رنج پہنچتا ہے۔ تیاری کی حالت ہماری تسکین اور رنج پر خاص اثر ڈالتی ہے۔ اور تسکین اور رنج ہمارے سیکھنے کے عمل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس طرح دماغی تیاری کی حالت ہمارے سیکھنے کے عمل پر اثر ڈالتی ہے۔ یہ اصول ہر قسم کے حصول علم پر عاید ہوتا ہے۔ دماغی تسوں کے تیار ہونے کے امر کو ہم کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے +

کچھ عرصہ ہؤا۔ میں دوسری جماعت کے کمرہ میں گیا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی مجھے آبی جانوروں کے اُس حوض کی طرف لے گئی۔ جس میں کچھ مچھلیاں تھیں۔ اور مجھ سے پوچھنے لگی۔ ذرا مچھلیوں کے سروں پر وہ عجیب و غریب چیز دیکھئے۔ کیا یہ ان کے کان ہیں؟" میں نے اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ اس وقت وہ اس سوال کا جواب حاصل کرنے کی بہت خواہشمند تھی۔ اگر میں اُس کو تسلی بخش جواب اس وقت دے دیتا۔ تو وہ اسے

بڑی جلدی سے یاد کر لیتی - لیکن کچھ عرصہ گزرنے پر جب میں نے اس سوال کا جواب معلوم کر لیا - تو لڑکی اس سے کوئی دلچسپی نہ لیتی تھی - کیونکہ اس وقت وہ یہ بات سیکھنے کے لئے بالکل تیار نہ تھی - کہ مچھلیوں کے سروں پر کیا چیز ہے۔ اس کا شوق مر چکا تھا - اُستاد اکثر اوقات طلبا کے سامنے اس وقت واقعات پیش کرتے ہیں - جس وقت وہ ان کے حاصل کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے - اُستاد واقعات کو پیش کرنے کی ترتیب کے لئے منطقی اصُول عمل میں لاتا ہے - یعنی وہ اس بات کا خواہشمند ہے - کہ منطق کی رو سے کون سے واقع کے بعد کونسا واقع پیش کیا جائے - وہ ہمیشہ منطقانہ دلیلوں کی طرف زیادہ راغب ہوتا ہے - لیکن یہ نہیں خیال کرتا - کہ آیا لڑکے کا دماغ اس بات کو جسے میں سکھانا چاہتا ہوں - قبول کرنے کے لئے تیار ہے یا نہیں لڑکے کے دماغی اشتیاق کو بالکل نظر انداز کر دیا جاتا ہے - جو بات اُستاد کو منطق کے اصُولوں کی رو سے درست دکھائی دیتی ہے - لڑکے کو وہی بات غلط معلوم ہوتی ہے - بچے کے سیکھنے کے عمل میں لڑکے کی اپنی دماغی تیاری کا موجود ہونا ضروری ہے - نہ کہ اُستاد
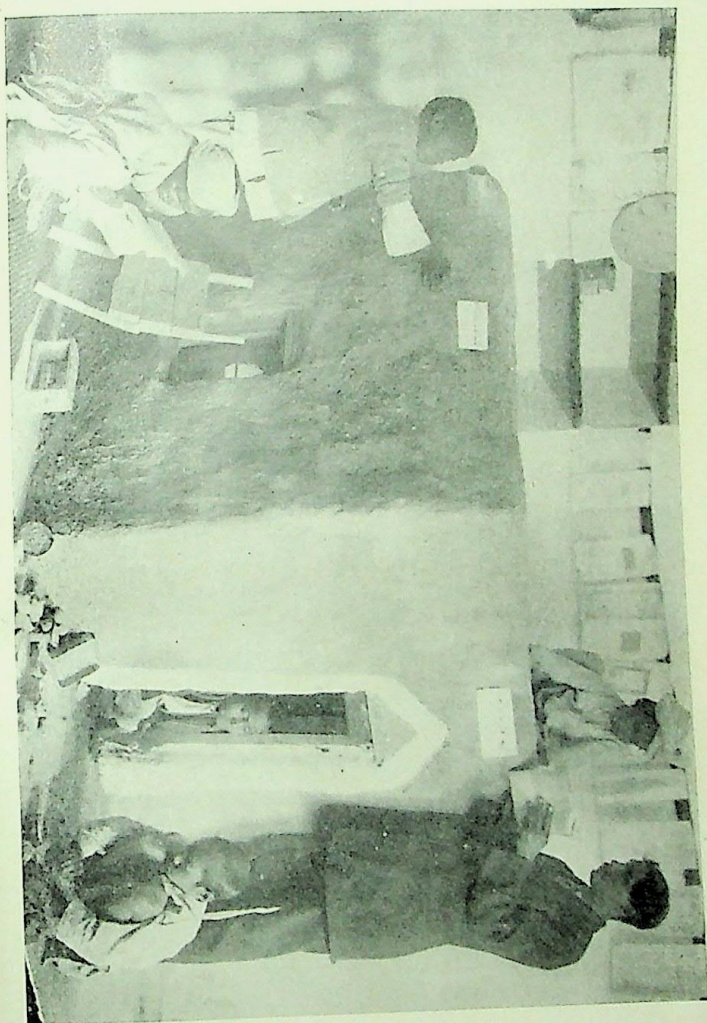
کی تیاری کا بچوں کے سوالات یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ نئی باتوں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ اپنے سکول میں لڑکوں کے سوالات کا جواب ٹھیک اس موقع پر دیتے ہیں۔ جبکہ لڑکے ان کو سننے کے لئے تیار ہوں ؟ کیا آپ لڑکوں کی سوال پوچھنے کے لئے حوصلہ افزائی کرتے ہیں ؟

اگر لڑکے تاریخ کو اس وقت پڑھیں۔ جب وہ اس مضمون کے پڑھنے کے لئے تیار ہوں۔ تو انہیں تسکین ہوگی ۔ یہ تسکین کا جذبہ ان کے علم کو پختہ کریگا۔ اور ان میں اس کی تحصیل کی زیادہ رغبت ہوگی ۔ اُستاد کو اپنے آپ سے یہ سوال پوچھنا چاہیئے۔ "لڑکے کونسی بات کرنے کے لئے تیار ہیں ۔ کیا میں ان کی دماغی حالت کے بموجب کام کر رہا ہوں۔ یا ان سے میں وہ بات کروا رہا ہوں۔ جس کے کرنے کے لئے وہ تیار نہیں ؟ میں اپنے پروگرام کو کس طرح ترتیب دوں ۔ تاکہ ان کی دماغی تیاری کا پورا پورا فائدہ اُٹھایا جائے ؟

پانچواں باب

دماغی یکسوئی سیکھنے کے عمل پر کس طرح اثر کرتی ہے

یہ ہم نے دیکھ لیا۔ کہ دماغی تیاری سیکھنے کے عمل میں کس طرح مدد کرتی ہے۔ اگر میرا دماغ کسی خاص مقصد کے حاصل کرنے کو تیار ہے۔ تو ہم یہ کہینگے۔ کہ میرا دماغ اس وقت فلاں مقصد پر جما ہؤا ہے۔ فرض کرو مجھے جنگل میں ایک بپھرے ہوئے شیر سے سامنا ہوتا ہے۔ میرے پاس اپنی حفاظت کا کوئی ذریعہ نہیں۔ تو میرا دماغ فوراً دوڑنے کے خیال میں محو ہو جاتا ہے۔ میں اُن سب فعلوں کے کرنے کے لئے تیار ہو جاتا ہوں۔ جو مجھے دوڑنے میں مدد دیں۔ جو فعل اس راستہ میں مخل ہوں۔ اِن کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ میرا دماغ رُوح اَور جسم سب بھاگنے کی جانب مائل ہیں۔ دماغ کی ایسی حالت کو ہم یکسوئی کے نام سے پکار سکتے ہیں اور اس خاص موقع پر میرا دماغ بھاگنے کے خیال میں

مشغول ہے۔ کسی خاص موقع کی ہماری تمام دماغی
حالت کو دماغی یکسوئی کہتے ہیں۔ مذکورہ بالا مثال میں
میرا مقصد شیر سے بچنا ہے۔ یہ مقصد میرے دماغ
پر خاص اثر پیدا کر رہا ہے۔ اور مجھے کسی اور چیز
کا خیال نہیں آنے دیتا۔ اس وقت میرے دماغ
کی تمام تر توجہ ایک مقصد پر مرکوز ہے۔ مقصد یہ
ہے کہ شیر کی زد سے نکل جاؤں اور یہ مقصد
میرے دماغ کی تمام قوتوں پر قابض ہے۔ اس طرح
کسی اور موقع پر میری توجہ نئی باتوں سے واقفیت
پیدا کرنے یا کسی دوست کو کچھ سکھانے پر مرکوز
ہو سکتی ہے۔ لیکن ہر حالت میں کسی خاص موقع
پر جو مقصد پیش نظر ہوتا ہے۔ اس وقت ہماری
دماغی یکسوئی اس کے ماتحت ہوتی ہے۔ دماغی
یکسوئی بہت سی مختلف کڑیوں یا تعلقات پر
مشتمل ہوتی ہے۔ دماغی یکسوئی سے مراد دماغ
کی وہ حالت ہے۔ جبکہ دماغ کم و بیش مجموعی
طور پر کام کر رہا ہو۔ اور بخلاف اس کے
دماغی تیاری یا آمادگی سے صرف ایک کڑی مراد
ہوتی ہے۔ دماغی یکسوئی سے مراد کسی خاص
مقصد کو حاصل کرنے کے خاص ارادہ کرنا
ہے +

اگر آپ اپنی لڑکی کو اپنے ساتھ بازار لے جائیں۔ تو آپ دیکھینگے۔ کہ وہ آپ سے مختلف دوکانوں پر جانا پسند کریگی۔ وہ اچھے اچھے کھلونے اور خوبصورت قیمتی اشیا کو دیکھنا چاہتی ہے۔ آپ ایسی کارآمد چیزوں کی تلاش میں ہیں۔ جنہیں خریدنے کے لئے آپ کی جیب میں پیسے موجود ہیں۔ لڑکی کی یکسوئی ہرگز آپ کی یکسوئی جیسی نہیں۔ لہذا اس کا مشاہدہ اور علم آپ سے بالکل مختلف ہوگا۔

فرض کرو آپ اپنی لڑکی سے یہ کہتے ہیں۔ دوکل میرے ساتھ بازار چلنا۔ تمہارے لئے ایک ساڑھی خریدینگے اپنی پسند کی ساڑھی منتخب کر لینا۔ اب بازار جانے کے وقت تک اس کا خیال صرف اس ایک بات پر لگا ہوا ہوگا۔ کہ کسی قسم کی ساڑھی خریدے۔ جب وہ دوسرے شخصوں کو ساڑھیوں کا ذکر کرتے ہوئے پائیگی۔ تو وہ ان کی باتوں کو غور سے سنیگی۔

فرض کرو۔ آپ اپنے گھر کے دریچہ میں کھڑے ایک بلی کو دیکھتے ہیں۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ بلی کسی گیتے کو دیکھ رہی ہے۔ یا کسی جانور کی تاک میں ہے؟ اگر بلی گھات لگا کر کسی جانور کو دیکھ رہی ہے۔ تو وہ اُس کی طرف جھپٹنے کو تیار ہے۔ اس کے جسم کا ہر ایک پٹھا پرندے کو پکڑنے کی تیاری میں لگا

ہوُا ہے۔ لیکن اگر بلّی کسی کتّے کی طرف دیکھ رہی ہے۔ تو وہ اس کے ڈر سے سہمی ہوئی ہے اور اپنی حفاظت کی تیاری کر رہی ہے۔ اس کے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پرندے کی حالت میں بلی کی دماغی حالت کچھ اور ہے اور کتے کی حالت میں کچھ اور۔ پہلی حالت میں اِس کا دماغ اور جسم موقع پاتے ہی پرندے کو جا دبوچنے کے لئے تیار ہے۔ دوسری حالت میں اس کے جسم اور دماغ کا ہر ایک حصّہ اپنے آپ کو کُتّے کے حملے سے بچانے کی تیاری میں ہے*

ہندوستان کے بہت سے آدمی اور لڑکے کرکٹ کی کھیل میں دلچسپی لیتے ہیں۔ فرض کرو۔ ان میں سے کوئی کسی کرکٹ کی ٹیم میں شامل ہے۔ اور بڑا اچھا کھلاڑی ہے۔ یہ آدمی اخبار کا کونسا صفحہ سب سے پہلے پڑھیگا۔ وہ صفحہ جس میں غیر ممالک کی خبریں دی ہوئی ہیں؟ نہیں۔ وہ خارجی ممالک کی خبروں کا مشتاق نہیں۔ لیکن وہ اُن خبروں کو پڑھنے کے لئے تیار ہوگا۔ جن میں کرکٹ کے میچوں کا ذکر ہو۔ میرے بارہ میں بالکل برعکس حالت ہے۔ مجھے کرکٹ میں کوئی دلچسپی نہیں۔ جب میں کسی اخبار کا سارے کا سارا صفحہ کھیلوں کی خبروں

سے بھرا ہؤا دیکھتا ہوں۔ تو میں خیال کرتا ہوں۔ کہ کس قدر وقت اور جگہ ضائع کی گئی ہے۔ اگر اس کی جگہ کوئی اچھی سی غیر ملکی خبر دی جاتی۔ تو کیا ہی اچھا ہوتا +

فرض کرو۔ کسی ٹیم کا ایک اور زبردست ٹیم کے ساتھ فٹ بال کا مقابلہ ہونے والا ہے۔ ان کا دماغ جسم اور رُوح غرضیکہ ان کے جسم کا ہر ایک حصّہ فٹ بال کی کھیل کے مقابلے کی تیاری میں ہے۔ اگر انہیں کوئی خیال ہے۔ تو فٹ بال کا۔ ذکر کرتے ہیں۔ تو فٹ بال کا۔ اور خواب دیکھتے ہیں تو فٹ بال کا۔ وہ اپنا تمام دماغ اس مقابلہ کی تیاری اور کھیل میں لگائے ہوئے ہیں۔ اور کسی بھی بات کی طرف توجہ نہیں۔ اب آپ سمجھ گئے ہونگے۔ کہ دماغی یکسوئی سے کیا مراد ہے۔ اس سے مراد یہ ہے۔ کہ ان کا دماغ کسی خاص مقصد کو حاصل کرنے میں مصروف ہے۔ جو بات بھی اس مقصد کے حاصل کرنے میں مدد دے سکتی ہے۔ اس کی طرف توجہ دینے کے لئے دماغ بالکل تیار ہے۔ اگر دماغ کسی خاص مقصد پر لگا ہؤا ہے۔ تو قدرتی طور پر جسم بھی اس بات کی طرف مائل ہوگا +

آؤ اب ہم یہ دریافت کریں۔ کہ جب تمام دماغ

کسی خاص مقصد پر لگا ہؤا ہوتا ہے۔ تو سیکھنے کا عمل کس طرح واقع ہوتا ہے۔ جب دماغ کسی خاص بات میں منہمک نہیں ہوتا۔ تب یہ عمل کس طرح واقع ہوتا ہے۔ فرض کرو۔ کہ کوئی لڑکا کسی چھوٹے سے پرندے کے گھونسلے کو دیکھتا ہے۔ اس کو چیزیں بنانے کا شوق ہے۔ وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے۔ میں اس قسم کا گھونسلا بناؤنگا۔ بلکہ میں اس سے بھی اچھا بناؤنگا۔ اور اپنے گھر کے نزدیک کسی درخت پر رکھ دونگا۔ میں اسے ایسا خوبصورت بناؤنگا کہ اصل جانور اس میں آ کر رہائش اختیار کریگا۔ اس کے دماغ کی یکسوئی یا مقصد بڑا زبردست ہے۔ کسی مقصد کے حاصل کرنے کی طرف اس کا دماغ لگا ہؤا ہے۔ گھونسلا کیسا ہو؟ جو اسے نہایت خوبصورت معلوم ہو۔ کیا وہ اس بات کا خواہشمند ہے۔ کہ لوگ اس کے گھونسلے کی تعریف کریں؟ کیا وہ چاہتا ہے۔ کہ اصل پرندہ اس گھونسلا میں آ کر رہائش اختیار کرے؟ ہاں وہ یہ سب باتیں چاہتا ہے۔ اور ان کے حاصل کرنے کے لئے اس نے مصمم ارادہ کر لیا ہے *

کیا اس لڑکے میں مذکورہ بالا مقصد حاصل کرنے کے لئے کسی قسم کی تیاری کی علامات اور نظر آئینگی؟

فرض کرو۔ یہ لڑکا اور اُس کا باپ کسی کوچہ میں ایک گھونسلے کے پاس سے گزرتے ہیں۔ گھونسلے کو کون دیکھیگا؟ لڑکا یا اس کا باپ؟ یقینی طور پر لڑکا ہی دیکھیگا۔ اس کی آنکھ پرندے کا گھونسلا دیکھنے کو تیار ہے۔ فرض کرو۔ کوئی آدمی پرندے کے گھونسلے کا ذکر کرتا ہے۔ تو کیا لڑکا اس کی گفتگو کو سُنیگا؟ فرض کرو۔ وہ کوئی کتاب دیکھ رہا ہے۔ اور اُس میں کسی گھونسلے کی تصویر نظر آتی ہے۔ کیا وہ اُس تصویر کے مطالعہ کو تیار ہوگا؟ فرض کرو۔ اسے پرندے کا گھر بنانے کے لئے عنقریب لکڑی کی ضرورت ہے۔ جب وہ بازار میں جاتا ہے۔ تو کچھ تختے دیکھتا ہے۔ وہ خواہش کرتا ہے۔ کہ ان تختوں کو اپنے استعمال میں لائے۔ جب میں لڑکا تھا۔ تو مجھے اس قسم کی چیزیں بنانے کا بہت شوق تھا۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ سگار کے ڈبے دیودار کی پتلی لکڑی کے بنے ہوئے ہوتے ہیں۔ اس پر کام کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ جب میں لڑکا تھا۔ تو اس قسم کی لکڑی کی تلاش میں اکثر مصروف رہتا تھا۔ اب بھی جب میں سگار کا بکس دیکھتا ہوں۔ تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔ اور اس کے حاصل کرنے کی خواہش کو مجھے اکثر دبانا پڑتا

ہے۔ یہ لڑکا لمبی لمبی باریک تار کی ایسی میخوں کی
بھی تلاش میں ہے۔ جن سے اس کی لکڑی پھٹنے نہ
پائے ٭

فرض کرو اس کی ماں اس سے یوں گویا ہوتی ہے۔
"اس گھونسلے میں کس قسم کا پرندہ رہیگا؟ تم دروازہ
کیسا بنانا چاہتے ہو۔ اگر آپ اس قدر بڑا سوراخ بنائینگے۔
تو کوئی اور پرندہ اس گھونسلے میں داخل ہوکر اس
پرندے کو کھا جائیگا۔ جسے تم اس میں رکھنا چاہتے
ہو۔ ان سوالات کو سُن کر لڑکا جواب دیتا ہے۔ اوہو!
ان باتوں کا مجھے خیال ہی نہیں آیا۔ مجھے پتہ نہیں۔
کہ میرا پرندہ کس قد کا ہے۔ میں نہیں جانتا کس
قدر بڑا دروازہ بنانا چاہیئے؟ چنانچہ پرندوں کے قد
کا مطالعہ کرنا شروع کرتا ہے۔ اِس بات میں پہلے
اسے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ لیکن اب وہ اس کے متعلق
واقفیت حاصل کرنے کے لئے اس کے متعلق ہر ایک
کتاب کا مطالعہ کرنا چاہتا ہے ٭

فرض کرو۔ یہ لڑکا پرندے کے گھر کا خاکہ تیار
کر رہا ہے۔ اور اس کی ماں اس کو بلاتی ہے "ننھے!
ذرا بھاگ کر شہر سے دو ایک چیزیں تو لے آؤ"۔ لڑکا
جواب دیتا ہے۔ "اماں جان! میں پرندے کے گھر
کا خاکہ کھینچ رہا ہوں۔ میں اسے ختم کرنا چاہتا ہوں۔

کیا آپ کسی اور کو نہیں بھیج سکتے ہیں"؟ اس وقت وہ کسی ایسی بات کے لئے جو اس کے کام میں رکاوٹ ڈالے تیار نہیں - اس کی توجہ کی یک جہتی تین باتوں پر مشتمل ہے:-

(۱) کسی مقصد کو اپنے سامنے رکھنا +

(۲) اُس کے حاصل کرنے کی تیاری کرنا +

(۳) کسی اور بات کی طرف سے اپنے دماغ کو ہٹانا +

جتنا زیادہ مضبوط یہ مقصد ہوگا - اتنا ہی زیادہ وہ اس کے حاصل کرنے میں تیار ہوگا - جتنا زیادہ وہ دوسروں کی رکاوٹوں کو روکیگا - اُتنا ہی اچھا اُس کا کام ہوگا - میری یہ مراد نہیں - کہ وہ باقی سب چیزوں کا خیال بالکل بھلا دے - خواہ ان میں سے کوئی کیسی ہی ضروری کیوں نہ ہو - ایسا کرنا سخت غلطی ہوگی - البتہ مناسب حدود کے اندر یہ ضروری ہے - کہ وہ ایک بات کی طرف زیادہ نہاری کرے - اور باقی باتوں کی طرف سے اپنے دماغ کو روکے +

ہماری کامیابی اسی مقصد کے حاصل کرنے پر مشتمل ہے - جو ہمارے پیش نظر ہوگا - اس لڑکے کے لئے کامیابی کس بات میں ہے - اس کا مقصد کیا ہے؟ پرندے کا گھر بنانا - لیکن کس قسم کا گھر؟ وہ جو اسے زیادہ خوبصورت لگے؟ وہ جو باقی

لوگ بھی پسند کریں ؟ ہاں اور اس سے بھی بڑھ کر
وہ ایسا گھر بنانا چاہتا ہے - جس میں اصل پرندہ
آئے اور رہائش اختیار کرے + یہ اس کا مقصد ہے
اور اسی پر اس کی کامیابی منحصر ہے - اب ایک
اور لڑکے کا خیال کرو - جسے پرندے کا گھر بنانے
کا کوئی شوق نہیں - اُستاد سکول میں کہتا ہے کہ
تمہیں پرندے کا گھر ضرور بنانا پڑیگا - وہ اُستاد سے
پوچھتا ہے - کیا میں کوئی اور چیز بنا سکتا ہوں ؟
لیکن اُستاد اس سے پرندے کا گھر ہی بنوانا چاہتا
ہے - یہ لڑکا کب کامیاب ہو سکتا ہے ؟ ایسے
گھر میں پرندہ کب آ سکتا ہے - اور کیسے رہائش
اختیار کر سکتا ہے - ان باتوں کا ان سے کوئی تعلق
نہیں - وہ صرف اُستاد کی تسلی کے لئے کچھ بنا کر
دکھانا چاہتا ہے - اور اس ناخوش گوار کام کو جلد سے
جلد ختم کرنا چاہتا ہے +

ہمارے سکولوں کی کس قدر تعلیم اس دوسرے لڑکے
کی تعلیم جیسی ہوتی ہے اور کس قدر پہلے لڑکے کی تعلیم
جیسی کس قدر لڑکے ایسے ہیں - جو اپنی پڑھائی کے
خاتمہ پر اپنی کتابوں کو بالکل بند کر دیتے ہیں - اور
عمر بھر ان کی طرف دیکھتے بھی نہیں ؟ وہ صرف
امتحان کے منتظر ہوتے ہیں - ان کا مقصد محض

امتحان کو پاس کرنا ہوتا ہے۔ نہ کہ تعلیم حاصل کرنا +
پہلے لڑکا اپنا گھر بنانے میں ہر ممکن کوشش کر رہا ہے۔ جب وہ گھر کے تختوں کو جوڑتا ہے۔ تو کیا اسے خوشی ہوتی ہے یا رنج؟ جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کے تختے ایک دوسرے سے اچھی طرح جڑ گئے ہیں۔ اسے بہت خوشی ہوتی ہے۔ اگلی دفعہ وہ اپنے کام کو اور بھی بہتر بنانے کی کوشش کریگا۔ جتنی مرتبہ اس کو کامیابی ہوگی۔ اس کے دل میں اپنے کام کو بہتر بنانے کا خیال ترقی کرتا جائیگا۔ جس کام کی تکمیل سے ہمیں کامیابی اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ ہم اس کام کو اچھی طرح کرنا سیکھتے ہیں۔ جس کام کے کرنے سے ہمیں ناکامی ہوتی ہے۔ اُسے ہم ترک کرنا سیکھتے ہیں۔ کامیابی کا معاوضہ تسکین ہے۔ اور ناکامی کا معاوضہ رنج۔ جب لڑکا دو ٹکڑوں کو جوڑتا ہے۔ اور ان میں میخ لگاتا ہے۔ فرض کرو۔ کہ ایک میخ ہے وہ ایک تختہ کو خراب کر دیتا ہے۔ اس سے اُس کو رنج پیدا ہوتا ہے۔ وہ اس کا سبب دریافت کرتا ہے۔ تاکہ اگلی دفعہ یہ نقص واقع نہ ہو +

مختصر یہ کہ جتنا کسی کام کے کرنے کا مقصد مضبوط ہوگا۔ اُتنا ہی زیادہ ہم ان باتوں کے لئے
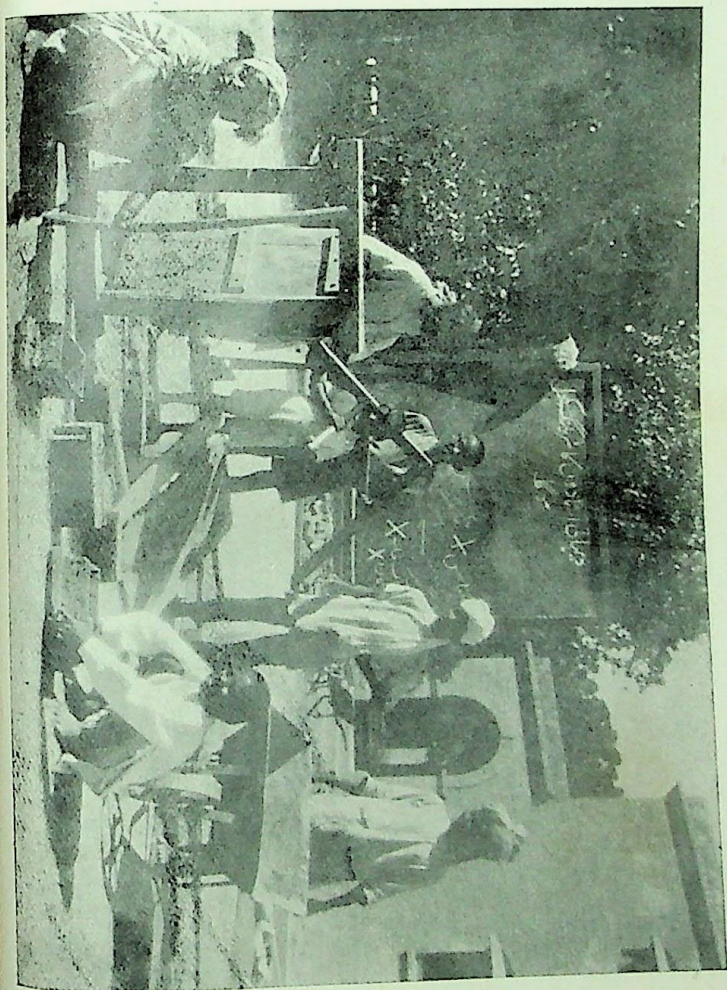
تیار ہونگے۔ جو اس مقصد کو حاصل کرنے میں ممد ہو سکتی ہیں۔ اور ان باتوں سے نفرت کرینگے۔ جو ہمارے راستہ میں رکاوٹ کا باعث ہو سکتی ہے۔ جتنا زیادہ ہمارا مقصد مضبوط ہوگا۔ اُتنا ہی ہماری کامیابی کا امکان زیادہ ہوگا۔ جس قدر زیادہ ہمارا مقصد مضبوط ہوگا۔ اُتنی ہی زیادہ ہمیں اپنی کامیابی سے تسکین ہوگی۔ جتنا زیادہ مضبوط ہمارا مقصد ہوگا۔ اُسی قدر ہمارے علم میں اضافہ ہوگا۔ اس سے میری یہ مراد ہے۔ کہ ہم نہ صرف جلد علم حاصل کرینگے۔ بلکہ جو کچھ بھی حاصل کرینگے۔ وہ زیادہ پختہ اور دیر پا ہوگا۔ جتنا زیادہ ہمارا مقصد مضبوط ہوگا۔ اس قدر زیادہ ہمیں اپنی ناکامی پر رنج ہوگا۔ جس کا قدرتی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ ہماری دوسری دفعہ ناکامی کا امکان بڑی حد تک کم ہوجائیگا۔ اس طرح ہم اپنی کامیابیوں سے ہی نہیں بلکہ اپنی ناکامیوں سے بھی سبق سیکھتے ہیں۔ فرض کرو۔ اس لڑکے کے پاس جو پرندے کا گھر بنانے کا مقصد رکھتا ہے۔ اور اس فعل کے لئے پُوری پُوری تیاری کی حالت میں ہے۔ پرندے کے گھر کا نمونہ موجود نہیں۔ ایسی حالت میں وہ کیا کریگا؟ وہ اس بات کی بابت بار بار سوچیگا۔ یہ قدرتی طور

یہ درست ہے - کہ جتنا کسی شخص کا مقصد مضبوط ہوگا - اُتنا ہی زیادہ وہ اس بات کی بابت سوچیگا اور ایسا کرنے سے اس کے اس بات کے متعلق خیالات بھی زیادہ سلجھے ہوئے اور واضح ہونگے - جس قدر زیادہ اس کا مقصد مضبوط ہوگا - اسے اپنی ناکامی سے یا ایسی باتوں کے مقابلے سے جو اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالیں زیادہ رنج ہوگا - یہ لڑکا اپنی ناکامی سے یہ سیکھیگا - کہ اس عمل کو پھر نہ دُہرائے جس سے اسے ناکامی ہوئی +

دوسرا لڑکا جس کو اُستاد نے گھر بنانے کے لئے مجبور کیا تھا - جب گھر جاتا ہے - تو اس کی ماں اس سے پرندے کے گھر کی بابت کوئی سوال کرتی ہے - لڑکا جواب دیتا ہے - امّاں پرندے کے گھونسلے کا کوئی ذکر نہ کریں - سکول میں یہ میرا کافی مغز چاٹ چکا ہے - اس وقت مجھے تنگ نہ کریں - کیا یہ لڑکا گھر کے متعلق کچھ سوچیگا - یا اپنے ہنر کو بہتر کریگا؟ جو کچھ اس نے اب سیکھا ہے - کیا اس کو اگلے ماہ اس میں سے کچھ یاد رہیگا +

جو لڑکا پرندے کا گھر بنانا نہیں چاہتا تھا - اس کی توجہ ایک نقطہ پر مرکوز نہ تھی - گھر کی تکمیل

کے لئے اس کا مقصد مضبوط نہ تھا۔ حقیقت میں اس کا مقصد اس کے بنائے جانے کے خلاف تھا۔ لیکن اُستاد نے اس کے بنانے کے لئے مجبور کیا۔ اس وقت اس کے دماغ کی دو حالتیں ہیں۔ ایک حالت میں تو وہ یہ کہتا ہے۔ کہ اُستاد کی تسلی کرو۔ دوسری حالت میں یہ کہتا ہے۔ کہ صرف اُتنا ہی کرو۔ جتنا کہ ضروری ہے۔ زیادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے دماغ کے مختلف رجحانات ایک دوسرے کی راہ میں حائل ہو جاتے ہیں۔ اسلئے ذرا سی ناکامی سے اس کا حوصلہ پست ہو جاتا ہے۔ جب کوئی ناخوش گوار واقع پیش آئے۔ تو وہ کہتا ہے۔ مجھے پہلے ہی معلوم تھا۔ کہ یہ میرے بس کا روگ نہیں ٭

کسی شخص کے ارادہ کی یکسوئی اور مضبوطی کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے۔ کہ وہ کس قدر مشکلات کا سامنا کرکے ان پر غالب آ جاتا ہے۔ جب اس کا ارادہ مضبوط ہوگا۔ اور اس کا خیال ایک بات پر جما ہوا ہوگا۔ تو وہ مشکلات کے باوجود آگے بڑھتا جائیگا۔ لیکن جب اس کا اپنا ارادہ ہی متزلزل ہو۔ تو مشکل پیش آنے پر وہ فوراً ہمت ہار دیگا۔ اس کی حالت ٹھیک اُس لڑکے جیسی

ہوگی - جو پرندے کا گھر بنانا نہیں چاہتا تھا - اس کا حوصلہ بہت جلد پست ہوجائیگا - وہ اس وقت بڑا خوش ہوگا - جب وہ اپنے کام کو ختم کرکے یہ کہنے کے قابل ہوگا - شکر ہے - اب اور تو نہیں کرنا پڑیگا - لیکن دوسرے لڑکے کی حالت جس کا ارادہ مستقل ہے - اس سے مختلف ہوگی - اس کا مضبوط ارادہ باوجود کئی مشکلات کے اس کو سخت سے سخت کام کرنے کے قابل بنا دیتا ہے +

ہم نے اوپر تمام نظام جسمانی کو آمادۂ کار کرنے کا ذکر کیا ہے - جب ہمارا مقصد اور ہمارے دماغ کی یکسوئی مضبوط ہو - تو ہمیں حسب ذیل باتیں نظر آئینگی - ہماری کوششیں پہلے سے زیادہ زبردست ہونگی - کامیابی کا امکان بڑھ جائیگا - تجربہ کی ترتیب آگے سے زیادہ مؤثر ہوگی اور سیکھی ہوئی باتیں زیادہ مؤثر اور پائیدار ہونگی - یہ ہم نے دیکھ لیا ہے - کہ جب دماغ کا رجحان صرف ایک بات کی طرف ہوتا ہے - تو باقی باتوں کی طرف سے رُخ پھیر لیتا ہے - لہٰذا کسی ایک وقت پر دماغ کی یکسوئی سے یہ مراد ہے - کہ اس خاص کام کے لئے دوسرے کاموں کی نسبت نظام جسمانی کا زیادہ حصہ آمادہ ہے - کسی بات کو سیکھنے کے لئے دماغ جس قدر زیادہ

تیار ہوگا۔ اتنا ہی ہمارا علم بہتر اور پائیدار ہوگا۔
میں یہ نہیں کہتا۔ کہ ہم اپنے طلبہ کو ہمیشہ مضبوط
قصد قائم کرنے میں تیار کر سکتے ہیں۔ لیکن اتنا
میں ضرور کہونگا۔ کہ جس قدر مضبوط آپ کا ارادہ
ہو۔ آپ کا علم اتنا ہی زیادہ اور دیر پا ہوگا۔
یہ بات ہر ایک آدمی کے بارہ میں درست ہے اور یہی
تحصیل علم کا گُر ہے ؛

آپ نے کبھی غور کیا۔ کہ دماغ کی یکسوئی سکول
کے کام پر کس طرح اثر ڈالتی ہے۔ جب مجھے کبھی
کسی سکول میں جانے کا موقع ملتا ہے۔ تو میں اپنے
دل سے یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ ان میں سے
کس قدر لڑکے فی الواقع اپنے کام میں مشغول ہیں۔
ان میں سے کس قدر پوری طرح اپنے دل و دماغ اور
جسم کے ساتھ اپنے کام میں مصروف ہیں۔ ان میں
سے کس قدر لڑکے باہر کی باتوں کا خیال کر رہے
ہیں۔ اور محض جھڑکی یا سزا سے بچنے کے لئے
ایک آنکھ اُستاد کی طرف لگائے ہوئے ہیں۔ اگر
کسی بچے کے دماغ کا رجحان مضبوط ہے۔ تو وہ
ایک خاص سمت میں ہر کام کے لئے تیار ہوتا
ہے۔ اور باقی باتوں کے لئے جو اس کے راستہ
میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا کرسکتی ہیں۔ بالکل تیار

نہیں ہوتا۔ اگر بچے کے دماغ کی یکسوئی سکول کے
کام کی طرف ہے۔ تو اس کا سارا جسم اور ساری طاقتیں
اس کام میں مصروف ہونگی۔ موجودہ زمانہ کے اُستاد اس
کوشش میں ہیں۔ کہ نہ صرف بچے کی زبان ہی سے کام
لیا جائے۔ بلکہ اُس کے جسمانی نظام کا زیادہ سے زیادہ
حصّہ بلکہ اس کی مکمل شخصیت کام کرے۔ ضرورت
اس بات کی نہیں۔ کہ لڑکا صرف اپنی زبان سے کوئی
بات رٹتا جائے۔ اور دماغ کا صرف تھوڑا حصہ ہی استعمال
کرے۔ بلکہ سارے دل و دماغ اور جسم کے زیادہ
حصّہ سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اس کا تمام جسم
دل و دماغ ایک مضبوط ارادہ کے زیر اثر ہوکر متفقہ
طور پر کام کریں۔ لائق اُستاد اب یہ دیکھتے ہیں۔ کیا
ہر ایک لڑکا اپنے کام میں پوری طرح مشغول ہے۔ کیا
اس کے جسم کا ہر ایک حصّہ اس کے کام میں مصروف
ہے۔ یا محض محدود حصّہ ہی شامل ہے۔ جس قدر
تمام بچّوں کی پوری شخصیت کام میں مشغول ہو اسی قدر
ہی کام مناسب طریق پر ہو رہا ہوگا +

میں ایک مثال سے اسے واضح کرنا چاہتا ہوں
بوسٹن کے ایک سکول میں 1945ء میں چار سو لڑکوں
میں سے اوسطاً 65 لڑکوں کو روزانہ بینت لگائے جاتے
تھے۔ پچھلی جنوری میں میں ایک اور ثانوی سکول میں

گیا۔ جس میں چار ہزار لڑکے اور لڑکیاں تعلیم حاصل کر رہی تھیں۔ میں نے ان کو ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ میں جاتے دیکھا۔ وہ مارچ نہیں کرتے تھے۔ بالکل معمولی انداز میں چل رہے تھے۔ جس طرح کہ ہم اس ہال سے نکل کر باہر کو جاتے ہیں۔ کوئی اُستاد یا مانیٹر اُن کی نگرانی کے لئے نہ تھا۔ میں نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا۔ اُنہوں نے مجھے بتایا۔ کہ سکول میں ایک انتظامیہ کمیٹی ہے جو لڑکوں سے اکثر ضبط کے معاملہ میں گفتگو کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ کمیٹی کے مجوزہ طریق کو سب لڑکے پسند کرتے ہیں۔ اور اس پر عمل کرتے ہیں۔ پرانے طریقہ کے سکول میں لڑکوں کو فرمانبرداری کی مشق کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ اس نئی قسم کے سکول میں لڑکے ایک قسم کے سوراج کی سکیم پر عمل پیرا ہیں جو قریب قریب سب خود اختیار قوموں میں پائی جاتی ہے +

ہندوستان میں سب سے زیادہ مایوسی خیز بات جو میرے مشاہدہ میں آئی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ میں نے اکثر ہندوستانیوں کو دیکھا ہے۔ جو گفتگو کرتے وقت کسی خاص مقصد کو مدِ نظر نہیں رکھتے۔ وہ محض گفتگو کی خاطر

بات چیت کرتے ہیں۔ اور محض دلیل بازی کی خاطر دلیلیں پیش کرتے ہیں۔ بعض سیاسی لیڈر جن سے مجھے ملنے کا اتفاق ہؤا ہے۔ کسی خاص مقصد کو مدنظر رکھ کر نہیں سوچتے۔ میرے خیال میں اس کا بڑا سبب یہ ہے۔ کہ سکولوں میں ہندوستانی نوجوانوں کو واضح دماغی مقاصد کے حاصل کرنے میں کافی مشق نہیں کرائی جاتی۔ اس وقت تک ہندوستانی تعلیم نے اس قسم کی تحصیل علم میں کافی تجربہ کا سامان بہم نہیں پہنچایا۔ ہندوستان کو اس بات کی ضرورت ہے۔ کہ اس کے لڑکے اور لڑکیاں اس قسم کی مہموں میں حصہ لیں۔ جن میں مضبوط قصد پایا جاتا ہو۔ ایسی حالت میں ہر ایک مرحلہ پر ان کے سامنے کوئی نہ کوئی مقصد ہوگا۔ اس کے متعلق وہ سوچینگے۔ اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کوشش کرینگے۔ اگر آپ اس قسم کی مہمیں کسی خاص مقصد سے جاری کرینگے تو آپ غور و خوض کے متعلق ایک نیا انداز اور بالکل سکول میں ایک نئی تبدیلی دیکھینگے۔ مختلف رجحان نظر آئیگا۔ یہاں کے مرد اور عورتیں زیادہ مؤثر طریقہ سے غور و خوض کرنے لگینگے۔ ان کا غور و خوض کسی خاص مقصد سے متعلق ہوگا۔ بہترین طریق یہی ہے۔ کہ کسی خاص عقدہ کو حل کرنے کے لئے غور

و خوض کیا جائے۔ سوچنے کے فعل کو مؤثر بنانے کے لیئے ہمارے سامنے کوئی نہ کوئی مقصد ہونا نہایت ضروری ہے +

ہندوستانی ایک شاندار اور قابل قوم ہیں۔ اس عظیم الشان ملک کے ذرائع بہت وسیع ہیں۔ لیکن باوجود اس قدر لیاقت اور دولت کے ہندوستانیوں نے اس کا مناسب فائدہ نہیں اُٹھایا۔ زبان دانی کی تنگ تعلیم کو ہم حقیقی معنوں میں تعلیم نہیں کہ سکتے۔ حقیقی تعلیم کا تعلق زندگی کے مختلف پہلوؤں کے ساتھ ہے۔ آپ لوگ (بحیثیت انسپکٹر یا پرنسپل کے) پرائمری سکولوں کی تعلیم اور اساتذہ کی تربیت کے ذمہ وار ہیں۔ جب تک آپ اپنے سکولوں میں ذمہ واری کا احساس پیدا نہیں کرتے تب تک آپ قابل اور فرض شناس آدمی پیدا نہیں کر سکتے۔ جن کی آج کل سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ اپنے لڑکوں کو مضبوط مقاصد قائم کرنے کی عادت ڈال دیں۔ اور امتحانوں پر اس قدر زور نہ دیں۔ تو آپ ملک کی ایک نہایت ہی اہم ضرورت پوری کر دینگے +

چھٹا باب

متعلقات پر توجّہ کی ضرورت

کیا ہم ایک وقت پر صرف ایک ہی بات کو سیکھتے ہیں؟ یا بہت سی باتوں کو سیکھتے ہیں؟ ایک ہی وقت پر بچے کتنی باتیں سیکھتے ہیں؟ آؤ ہم ایک خاص مثال پر غور کریں۔ فرض کرو۔ ایک پرانے طریقہ کا استاد اپنے کسی شاگرد سے یوں مخاطب ہوتا ہے۔ "اپنی نظموں کی کتاب کھولو۔ صفحہ 73 پر فلاں نظم دیکھو۔ اسے بیس منٹ کے اندر یاد کرکے مجھے زبانی سناؤ" اب اگر ہم استعداد کا ایسا پیمانہ مرتب کریں۔ جس میں صفر سے سو تک نشان لگائے ہوئے ہوں۔ تو ہر ایک لڑکے کا کام اُس کی قابلیت کے بموجب استعداد کے پیمانہ پر کسی نہ کسی جگہ آئیگا۔ اوپر کے سرے کے پاس۔ نچلے سرے کے پاس۔ یا درمیان میں۔ اب کسی ایک لڑکے کی حالت پر غور کرو۔ کیا اس لڑکے نے نظم کو یاد کرنے کے علاوہ کچھ اور بھی سیکھا ہے؟ کیا وہ نظم کو پسند کرتا ہے؟ اب میں ایک اور پیمانہ بناتا ہوں۔ جس کے ایک سرے

پسندیدگی - اور دوسرے سرے پر ناپسندیدگی لکھتا ہوں - اس پیمانہ کی رُو سے اس لڑکے کی حسب ذیل حالت ہو سکتی ہے - یا تو وہ نظم کو تھوڑا سا پسند کرتا ہوگا۔ یا وہ تھوڑا سا ناپسند کرتا ہوگا - یا وہ اُسے بہت پسند کرتا ہوگا - یا بہت ناپسند کرتا ہوگا - ہر حالت میں اس کا جو طرز عمل اس نظم کی طرف ہے - اسے ہم پسندیدگی یا ناپسندیدگی کے پیمانہ پر کہیں نہ کہیں جگہ دے سکتے ہیں +

آؤ اب پھر اسی مثال کو لیں - جس وقت اس لڑکے نے نظم کو یاد کرنا شروع کیا - تو بہ ہیئت مجموعی اس کا نظم کے متعلق ایک خاص خیال تھا۔ فرض کرو - اس نظم کو شروع کرتے وقت وہ عام طور پر نظم کو ایک فضول سی چیز سمجھتا تھا - اس کے طرز عمل کا اس خاص نظم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے؟ اگر اسے یہ نظم بہت پسند آئی ہے - تو وہ کہیگا - اب تک تو میں نظم کو ہمیشہ فضول چیز خیال کرتا تھا - لیکن یہ نظم اس زمرہ میں شمار نہیں کی جا سکتی - اس قسم کی نظم ہو - تو خوب ہے - برعکس اس کے اگر اس نے اس نظم کو بہت ناپسند کیا ہو۔ تو وہ کہیگا - "میں ہمیشہ یہ خیال کرتا تھا - کہ اس قسم کی نظم بہت فضول شے ہوتی ہے - اب تو مجھے

پورا یقین ہوگیا"۔ نظم کے متعلق مجموعی طور پر اس کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کا ایک اور پیمانہ تیار کیا جا سکتا ہے۔

اب اس لڑکے کا اپنے اُستاد کے متعلق جس نے اسے یہ نظم یاد کرنے کے لئے دی۔ کیا طرزِ عمل ہو سکتا ہے۔ کیا ہم اس کے طرزِ عمل کا اندازہ اس کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کے جذبہ سے نہیں لگا سکتے؟ اگر اُس نے نظم کو زیادہ پسند کیا۔ تو اغلب ہے۔ کہ وہ اپنے اُستاد کو بھی پسند کریگا۔ اگر اُسے نظم پسند نہیں آئی۔ تو وہ اُستاد کو بھی ناپسند کریگا۔

اس سکول کے متعلق جہاں اس قسم کی تعلیم دی جاتی ہو اس کا طرزِ عمل کیسا ہو سکتا ہے؟ اس کا اپنی ذات کے متعلق کیا خیال ہو سکتا ہے؟ کیا وہ اپنے آپ کو اس قسم کے کام کے قابل یا ناقابل پائیگا۔ کیا تم نے کبھی ایسے لڑکے کو دیکھا ہے۔ جس کی رائے اپنی ذات کے متعلق اچھی نہ ہو۔ وہ اپنے آپ کو اس قدر خام محسُوس کرتا ہے۔ کہ شرم کے مارے سر جھکائے بیٹھا ہے۔ یہ لڑکا اپنے دل میں کہتا ہے۔ میں یہ نہیں کر سکتا۔ اس کے متعلق کوشش ہی فضول ہے۔ میں کبھی کچھ نہیں کر سکتا۔ اگر

یہ لڑکا سکول کے ضبط کو اپنے آپ پر جابر آدمی
کی حکومت خیال کرے - تو اس لڑکے کا طرزِ عمل ضبط
کے متعلق کیسا ہوگا؟ اس لڑکے کا ذہنی اور روحانی زندگی
کے متعلق کیسا طرزِ عمل ہوگا ؟ پھر یہی نہیں۔اس
لڑکے کی طرز نشست کیسی ہے ؟ کیا وہ اپنے دونو
پاؤں زمین پر رکھ کر بیٹھا ہُوا ہے۔کیا وہ عادات
اچھے طریقہ سے یا غلط طریقہ سے سیکھ رہا ہے؟ کیا
اس کے بیٹھنے اور کام کرنے کا طریقہ ایسا ہے۔
جو دوسروں پر بھی اثر ڈالتا ہے؟ اس کا طرزِ عمل
دوسروں پر بھی یقیناً کچھ نہ کچھ اثر ڈالیگا۔

لڑکا نظم کو یاد کرتا ہے۔ نظم کو یاد کرنا
اس کی اصلی تعلیم کہلاتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ
اور بھی بہت سی باتیں سیکھتا ہے۔ اور اُس خاص
نظم کو پسند یا ناپسند کرنا۔ نظم کو عام طور پر پسند
یا ناپسند کرنا۔ اُستاد کے متعلق طرزِ عمل میں تبدیلی۔
اپنی ذات کے متعلق طرزِ عمل میں تبدیلی۔سکول
کے متعلق ضبط کے متعلق۔ذہنی زندگی کے متعلق تبدیلی
وغیرہ وغیرہ۔ان سب باتوں کو ملحقہ علوم یا متعلقات
کہ سکتے ہیں۔ ان میں سے کس کو آپ زیادہ وقعت
دینگے۔ نظم کے یاد کرنے کو یا مختلف باتوں کے
متعلق طرزِ عمل کو؟ پرانے زمانہ کا اُستاد نظم کے

یاد کرنے کو زیادہ وقعت دیگا اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ باقیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں کوئی ہرج نہیں سمجھیگا۔ امتحان میں زیادہ تر اسی اصول کو مد نظر رکھ کر نمبر دیئے جاتے ہیں۔ لیکن لڑکے کے چال چلن پر کون سی بات زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ اصل علم یا متعلقات؟

یہ لڑکا ایک وقت پر صرف ایک بات کو نہیں سیکھ سکتا تھا۔ حقیقت میں کوئی شخص بھی ایک وقت پر صرف ایک ہی بات نہیں سیکھیگا۔ اصلی علم کے ساتھ متعلقات ضرور حاصل کریگا۔ متعلقات میں ہم یہ باتیں شامل کر سکتے ہیں۔ اپنے آپ پر بھروسہ کرنا۔ خود داری۔ ذمہ داری۔ کام کرنے میں شوق کا اظہار۔ دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنا وغیرہ وغیرہ۔ اگر لڑکے کے دماغ کی یکسوئی یا میلان طبع بہت مضبوط ہوگا۔ تو اس کے حاصل کردہ متعلقات بھی مفید اور اچھے ہونگے۔ اس کا اپنے دوستوں سے اُنس زیادہ ہوگا۔ وہ اپنے سامان میں زیادہ دلچسپی لیگا۔ وہ اپنے طور پر نئی باتیں دریافت کرنے میں زیادہ شوق ظاہر کریگا۔ وہ اپنے علم کو ترتیب بھی اچھی طرح سے دیگا۔ جس لڑکے کا کسی مشکل کے خلاف مضبوط ارادہ نہ ہو۔

اس کے حاصل کردہ متعلقات بھی خراب ہونگے۔ خود اعتمادی اور شوق کی بجائے وہ دن بدن بزدلی اور نفرت کرنا جائیگا +

کسی لڑکے کو سزا دینے وقت ہمیں بہت سی باتوں کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ مثلاً وہ کونسا طرز عمل سیکھ رہا ہے۔ اگر میں کسی لڑکے کو سخت سزا دیتا ہوں۔ تو ممکن ہے وہ بہت جلد اس بُرے فعل سے احتراز کرنا سیکھ لے۔ لیکن یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ وہ مجھ سے نفرت کرنا سیکھ لے اور احتراز کرنے لگے۔ میری یہ خواہش ہوگی۔ کہ وہ موخر الذکر طرزِ عمل نہ سیکھے۔ تھوڑی سزا سے جو اُسے بُرے فعل سے باز رکھے۔ اُس میں موخر الذکر قسم کا طرزِ عمل پیدا ہونے کا بہت کم امکان ہوگا۔ جس لہجہ میں میں اُسے مخاطب کرتا ہوں۔ وہ بھی نہایت اہم چیز ہے۔ اس قسم کے آدمی بھی ہیں۔ جو اپنے باپ کی سخت کلامی کو اب تک یاد رکھتے ہیں۔ جو اُسنے ان کی طرف سے کسی قصور کے سرزد ہونے پر بچپن میں کی تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کے والدین نے حد اعتدال سے بڑھ کر فہمائش کی +

بچے کبھی ایک وقت پر صرف ایک بات نہیں

سیکھتے ۔ وہ ایک وقت پر بہت سی باتیں سیکھتے
ہیں ۔ اصلی علم کے ساتھ بہت سے متعلقات سیکھے جاتے
ہیں ۔ یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ ہم صرف اصلی علم کی
طرف ہی توجہ کریں اور صرف اسی کا خیال رکھیں
تاہم متعلقات اصلی علم کے ساتھ ضرور موجود ہوتے
ہیں ۔ خواہ ہم ان کی طرف توجہ کریں یا نہ کریں
عام طور پر متعلقات نہایت اہم ہوتے ہیں ۔ بچوں
اور بالغوں کو کسی قسم کی تعلیم دیتے وقت ہم ان
کو بہت سی باتیں سکھاتے ہیں ۔ خواہ ہم ان کے
متعلقات کی موجودگی کو محسوس کریں یا نہ کریں
لیکن ہمیں ان کی طرف ضرور توجہ دینی چاہئے
ورنہ اخیر میں وہ ہمارے لئے نقصان دہ ثابت
ہونگے ۔ متعلقات ہر حالت میں موجود ہوتے ہیں
خواہ ہم اُستاد ان کو پسند کریں یا نہ کریں ۔ کیا ہم
ان کو نظر انداز کر سکتے ہیں ؟ ہرگز نہیں ۔ اگر ہم
ایسا کرتے ہیں ۔ تو بچوں کے طرزِ عمل کو جو نقصان
پہنچیگا ۔ وہ اس تھوڑے سے فائدے کو جو اصلی
علم کے حاصل کرنے سے انہیں پہنچ سکتا ہے ۔
بالکل زائل کر دیگا ۔ بطور اُستاد کے اس بات کا
خیال رکھنا ہمارا فرض ہے ۔ کہ ہمارے طلبہ اچھے
متعلقات حاصل کریں اور بُرے متعلقات سے محفوظ

رہیں - ہم اس بات کے ذمّہ وار ہیں - کہ ایک وقت پر جو بہت سی باتیں وہ سیکھتے ہیں - وہ کسی طرح سے نقصان دہ نہ ہوں - بلکہ سب کی سب کارآمد ہوں +

متعلقات بھی ہمارے دماغ کی تہوں میں اسی طرح گھر کر جاتے ہیں - جس طرح دوسرے علوم یعنی تسکین کے ساتھ مشق کرنے سے - اُستادوں کا فرض ہے - کہ اپنے شاگردوں کو ایسے مواقع کثرت سے مہیّا کریں جن میں وہ متعلقات کی کامیابی کے ساتھ مشق کرسکیں - اور اس بات کا خیال رکھیں - کہ ناپسندیدہ باتوں کے لئے بہت ہی کم مواقع دئے جاتے ہیں - خاص کر ناپسندیدہ فعل کرتے وقت انہیں تسکین کبھی نہیں ہونی چاہیئے - یہ ضروری ہے - کہ پسندیدہ فعل کے کرنے سے کامیابی اور تسکین ہو - اور ناپسندیدہ فعل کے کرنے سے ناکامی اور رنج - اس پہلو میں اُستاد کی طاقت محدود ہے - وہ زبردستی کسی علم کو کسی لڑکے کے اندر داخل نہیں کر سکتا - بلکہ محض اس کی حوصلہ افزائی کر سکتا ہے +

ساتواں باب

تعلیم بالائتلاف کس طرح حاصل ہوتی ہے

ہم نے یہ دیکھ لیا ہے۔ کہ کوئی شخص ایک وقت پر صرف ایک ہی بات نہیں سیکھتا۔ یہ امر لگاؤ سے پیدا ہوتا ہے۔ آؤ اب یہ دیکھیں کہ ائتلاف یا لگاؤ اور کن کن طریقوں سے ہماری تعلیم پر اثر ڈالتا ہے۔ اگر ہمیں ایک ہی وقت پر دو مختلف باتوں کا مشاہدہ کرنے کا اتفاق ہو۔ تو کچھ عرصہ بعد جب اُن میں سے کسی ایک کا خیال ہمارے دماغ میں آئے۔ تو دوسری بات کا خیال بھی پہلی بات کے ساتھ ہی خود بخود آ جاتا ہے۔ حقیقت میں لگاؤ کا بہت وسیع اثر ہوتا ہے۔ اگرچہ ہم میں سے بہت اس اثر کو محسوس نہیں کرتے۔ میں اس صداقت کو روس کے مشہور فلاسفر پاولو (Pavlov) اور اس کے کتے کی مثال سے واضح کرتا ہوں۔ اس نے ایک مرتبہ اپنے کتے کے منہ میں مصالحہ دار گوشت کا ٹکڑا ڈالا۔ اور اس کے ساتھ ہی زور سے گھنٹی بجا دی۔ گوشت کے ٹکڑے کی وجہ سے کتے

کے مُنہ سے پانی بہنے لگا۔ وہ کئی دن یونہی کرتا رہا۔ جس وقت وہ کتّے کے مُنہ میں گوشت کا ٹکڑا ڈالتا۔ اس کے ساتھ ہی گھنٹی بجا دیتا۔ اس موقع پر ہر روز کتّے کے مُنہ سے پانی بہنے لگتا۔ آخر کتّے کے منہ سے محض گھنٹی بجنے پر ہی پانی نکلنے لگ پڑتا۔ حالانکہ اسے گوشت کا ٹکڑا نہیں دیا جاتا تھا۔ پہلی حالتوں میں گوشت کے ٹکڑے کا پیش کیا جانا کتّے کے لئے ایک محرک تھا۔ جس کا جوابی عمل کتے کے منہ سے پانی کا نکلنا تھا۔ لیکن چونکہ گوشت کے ٹکڑے کے پیش کئے جانے کے وقت ہمیشہ گھنٹی بجتی تھی۔ لہذا کتے کے دماغ میں گوشت کے ٹکڑے اور گھنٹی میں خاص لگاؤ پیدا ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ کچھ عرصہ کے بعد محض گھنٹی کی آواز کتے کو گوشت کے ٹکڑے کا خیال دلا دیتی تھی۔ اور فوراً اس کے مُنہ سے پانی لگ پڑتا۔ وہی گھنٹی کی آواز جو اس لگاؤ سے پیشتر کتّے کے لئے کوئی خاص معنی نہیں رکھتی تھی۔ اب اس لگاؤ کی وجہ سے کتّے کے لئے خاص محرک بن گئی +

لگاؤ کے اسی طریقہ سے ہم کتّے کو اپنی پچھلی ٹانگوں پر کھڑا ہونا سکھا لیتے ہیں۔ اور مختلف قسم کے کرتب کرواتے ہیں۔ ہم کسی ایسی چیز کو جسے

کتنا بہت پسند کرتا ہو - کتے کے سر کی طرف اُونچی
پکڑتے ہیں - اور اس کے ساتھ ہی کتے کو پچھلی
ٹانگوں پر کھڑے ہونے کا حکم دیتے ہیں -
ہمارے حکم کی تعمیل اس وجہ سے نہیں کرتا - کہ
اسے ٹانگوں پر کھڑا ہونا پسند آتا ہے - بلکہ اس لئے
کہ وہ اُونچی پکڑی ہوئی چیز کو حاصل کرنا چاہتا ہے
لیکن آہستہ آہستہ لگاؤ کے ذریعے وہ ہمارے حکم کو
ماننا سیکھ جاتا ہے +

ایک اور تجربہ کرنے والے نے ایک بچہ کے
نزدیک ایک خرگوش رکھ دیا - جب بچہ اپنی قدرتی
خواہش کے زیر اثر خرگوش کو پکڑنے لگا - تو تجربہ
کرنے والے نے زور سے چلا کر بچے کو ڈرا دیا - اور بچہ نے
ڈر کے مارے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا - دوسرے دن
پھر بچے نے خرگوش کو چھونے کا ارادہ کیا - تو اس
نے پھر شور مچا کر اسے ڈرا دیا - اسی طرح بہت
دنوں کے تجربہ کے بعد بچہ معصوم خرگوش کے دیکھنے
سے ہی ڈر جاتا اور چلانے لگ پڑتا +

ایک دفعہ ایک مشہور امریکن نے مجھے بتایا - کہ
اسے سرخ جلد والی کتابوں سے سخت نفرت ہے -
اس کی وجہ اس نے یہ بتائی - کہ کئی سال گزرے
اسے کسی ایسے مضمون کے پڑھنے کا اتفاق ہوا -

جو اسے پسند نہیں تھا - اس مضمون پر جو کتاب بطور نصاب مقرر تھی - اس کی جلد اتفاق سے سُرخ تھی - اگرچہ اسے یہ یاد نہیں رہا - کہ وہ مضمون کیا تھا - تاہم اس سے اس قدر نفرت ہوگئی تھی - کہ لگاؤ کے سبب سے اس خاص مضمون کے ذریعہ اسے سُرخ جلد والی کتابوں سے بھی نفرت ہو گئی +

بہت سے سکولوں میں بار بار سخت سزائیں دی جاتی ہیں - لیکن یہ لگاؤ کا قدرتی استعمال نہیں کہا جا سکتا - اگر سکول کا کام بچوں کے قدرتی رجحان کے مطابق ہو - تو لگاؤ کا مذکورہ بالا استعمال غیر ضروری ہے - ایک دفعہ مجھے ایسے سکول میں جانے کا اتفاق ہؤا - جس پر دنیا کے سب سکولوں سے زیادہ روپیہ خرچ آتا ہے - ایک جماعت میں لڑکے اپنے ہاتھ سے کھڈیاں بناتے تھے - ایک آدمی نے منتظمان سکول پر اس وجہ سے نکتہ چینی کی - کہ بازار سے خریدنے کی بجائے کھڈیاں لڑکوں سے کیوں بنوائی جاتی ہیں - پرنسپل اور اُستاد یہ بات اچھی طرح محسوس کرتے تھے - کہ لڑکوں کی قدرتی رجحان یہ ہے - کہ وہ چیزوں کو اپنے ہاتھوں سے بنانا زیادہ پسند کرتے ہیں - لہذا ایسا کرنے سے لڑکوں کو اپنی قدرتی رغبت کے نشو و نما دینے کا موقع ملتا ہے - بلکہ

ایسا کرنے سے لڑکے بہت سی ایسی باتیں سیکھ لیتے تھے۔ جن کو وہ کسی طریقہ سے نہیں سیکھ سکتے تھے۔ اس جماعت کا ہر ایک لڑکا اپنی کھڈی کے بنانے میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اُستاد کو بخوبی معلوم تھا۔ کہ بچّوں کو وہ چیز تیار کرنے پر کس طرح آمادہ کیا جا سکتا ہے۔ جس کی وہ ضرورت محسوس کر رہے ہوں۔ ایک اشد ضرورت کی موجودگی کے باعث بچّوں کی تمام خوبیاں بروئے کار آ جاتی تھیں حقیقت میں یہ اصلی قسم کا محرک تھا۔ کیونکہ یہ ان کے مشغلہ کا ایک جزو بن گیا تھا +

بخلاف اس کے جب کوئی ایسا شغل چُنا جاتا ہے۔ جس کے پُورا کرنے کے لئے لڑکوں کی اپنی خواہش نہ ہو۔ تو اکثر مصنوعی محرک سے کام لیا جاتا ہے۔ اکثر سکولوں میں ایسا کرنے کے لئے لگاؤ کا اصُول استعمال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ غلط استعمال ہے۔ مشقت کے کسی غیر دلچسپ کام کو بیرُونی محرک کے ذریعہ خوش گوار بنانے کی کوشش کرنا اس فرسودہ خیال پر مبنی ہے۔ کہ بچے ہمیشہ بدی کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ نیکی کی طرف یا تو توجہ نہیں کرتے یا توجہ کر ہی نہیں سکتے۔ لوگوں کا خیال تھا۔ کہ بیرُونی محرک کے بغیر لڑکوں کو نیکی کی طرف

لے جانا بہت مشکل ہے۔ اس اصول کے بموجب
پرانے خیال کے آدمی دو باتوں کی طرف توجہ دیتے
تھے۔ اچھی کارگزاری کے لیئے انعام دینا۔ اور غلط
کاری پر سزا دینا۔ اس طریقہ میں نقص یہ ہے۔ کہ لڑکا
ہمیشہ سزا سے بچنے اور انعام حاصل کرنے کی کوشش
کرتا ہے۔ اور کام کو کام کی خاطر بالکل نہیں کرتا۔
لڑکا انعام حاصل کرنے کی کوشش میں مشق کرتا ہے۔
اور نیکی کی تلاش کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔ اس
طرح وہ سزا سے بچنے کی تو مشق کرتا ہے۔ لیکن بدی
سے پرہیز کرنے کی کوئی مشق نہیں کرتا۔ پس اس
طرح وہ محض انعام حاصل کرنا اور سزا سے بچنا ہی
سیکھتا ہے۔ ایسی صورت میں سزا اور انعام کا سلسلہ
بند ہو جانے پر کیا ہوگا؟ نصاب ختم کرنے کے
بعد کیا لڑکا پھر کبھی ان کتابوں کو دیکھنے کی کوشش
کریگا؟

ہندوستان میں ہزارہا آدمی یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ
یونیورسٹی کی ڈگری لیتے ہی ان کی تعلیم ختم ہو جاتی
ہے۔ چونکہ ان کا اعلےٰ مقصد حاصل ہو چکتا ہے۔
لہذا وہ کتابوں کے استعمال کو بالکل ترک کر دیتے
ہیں۔ ایک وقت بیرونی محرک (ڈگری کا حاصل کرنا)
ان کے لیئے بڑا زبردست تھا۔ لیکن اس کا نتیجہ کیا

نکلا؟ کیا اس سے ان کو سوچ کا مادہ اور ذہنی اور عقلی
نشو و نما حاصل ہوئی؟ حقیقت میں اُنہوں نے صرف
ایسی واقفیت حاصل کرنے کی ہی کوشش کی۔ جو
امتحان میں ان کے لئے کار آمد ہو۔ اور بعد میں
اسے شاذ و نادر ہی استعمال کرنے کا موقع پیش آئے
کیا اُنہوں نے حقیقی معنوں میں تعلیم حاصل کی
تعلیم حقیقت میں ایسی چیز ہے۔ جو ڈگری یا سرٹیفکیٹ
کے حاصل کرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے۔ اصلی
تعلیم انسان کی زندگی بھر جاری رہتی ہے۔ اگر یہ
اتنا عرصہ جاری نہیں رہتی۔ تو یہ تعلیم ہی نہیں
اگر ہم اپنے لڑکوں کو اس قابل نہیں بناتے۔ کہ
وہ اپنی زندگی بھر کتابوں کو استعمال کریں۔ بہتر
طریقہ پر سوچنے کے قابل ہو جائیں۔ نیز مطالعہ کے
ذریعہ ان میں نیک اور فائدہ بخش خیالات پیدا
ہو جائیں۔ تو ہم مدرس سخت غلطی کے مرتکب ہوتے
ہیں۔ جب تک ہم ان خوبیوں کو اپنے بچوں میں
پیدا نہیں کرتے۔ ہم بطور مدرس کامیاب نہیں
کہلا سکتے +

جب کبھی انعام دئے جاتے ہیں۔ میرے دل میں
پاولو (Qavlov) کے کتے کا خیال آ جاتا ہے۔ جس
کو گوشت کا ٹکڑا ہمیشہ گھنٹی کے بجانے کے ساتھ

پیش کیا جاتا تھا - انعام دینے کا اصلی مقصد یہ ہے۔
کہ لڑکے اس بات کو جس کے لئے کہ انہیں انعام
دئے جائیں - اپنی زندگی کا جزو بنا لیں۔ ایک دفعہ
جب اس نے قدم اُٹھا لیا - تو یہ اُمید رکھنی چاہئے
کہ اس کا شوق اس قدر زبردست ہو جائیگا - کہ وہ
اپنے آپ ہی اس کام کو کرتا جائیگا - لیکن حقیقت
میں ایسا نہیں ہوتا - کبھی لڑکے کو کسی اچھے کام
کے لئے انعام دینا - اور کسی بُرے کام کے لئے
سزا دینا ایسی صورت میں کار آمد ہو سکتا ہے - جب
یہ لڑکے میں اس کام کا ذوق پیدا کر دے - اس
تمام مسئلہ کی یہی ایک کنجی ہے - کچھ عرصہ کے بعد
اگر لڑکا انعام کا خیال بھلا کر اس کام میں تندہی
سے مشغول ہو جاتا ہے - تو وہ نیک عادت سیکھ
رہا ہے - اگر وہ محض انعام حاصل کرنے کے خیال
کو مدِ نظر رکھتا ہے - تو نیک عادت نہیں سیکھ رہا
اُستاد کے سامنے ہمیشہ یہ سوال ہونا چاہئے - کہ انعام
دینے کا فعل لڑکے کے اخلاق پر کیسا اثر ڈالتا ہے
انعام اکثر اوقات لڑکے کے اخلاق پر بُرا اثر ڈالتے
ہیں - اگر لڑکا محض انعام حاصل کرنے کے لئے محنت
کرتا ہے - تو وہ انعام حاصل کرنے کے فعل کی مشق
کرتا ہے - اس طرح سے وہ نیک اخلاق نہیں سیکھ

سکتا۔ وہ اپنے آپ ہیں اخلاق اور دیانتداری کس طرح پیدا کر
ہے ؟ صرف اُن کی مشق کرنے سے انعامات
طریقہ بغیر کسی نقصان کے بند کیا جا سکتا ہے
جب آپ طلبہ کو ایسے مشغلہ ہیں مصروف کریں۔ جن
کی تکمیل ہیں انہیں کامیابی اور راحت ہو۔ تو ان
ذوق قدرتی طور پر بڑھ جائیگا۔ اور انعام دینے
کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوگی کیا یہ مناسب ہے
کہ سکول کے مشغلوں سے متعلق ہم لڑکے کے دل
ہیں رشک کی عادت پیدا کریں ؟ کسی حد تک تھوڑا
سی رشک کا جذبہ لڑکے ہیں کسی بات کا شوق
کرنے ہیں مددگار ہوسکتا ہے۔ لیکن اگر آپ رشک کے
جذبہ کو بڑھائینگے۔ تو لڑکے کا اس مضمون ہیں ذوق
قدرتی طور پر کم ہو جائیگا۔ زیادہ رشک کا جذبہ
نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس سے بہتر یہ ہوگا۔ کہ
تک ممکن ہو۔ لڑکوں کے موجودہ کام کا ان کے
سابقہ کام سے مقابلہ کرایا جائے۔ اس طریقہ سے
ہیں ترقی کرنے کا زیادہ شوق پیدا ہوگا۔ ہمارا
لڑکے ہیں رشک یا مقابلہ کا جذبہ پیدا کرنا نہیں۔
نیک اعمال کے لئے ان ہیں ذاتی ذوق پیدا کرنا
ہے۔ اگر لڑکے کسی مشغلہ ہیں اپنے آپ شوق لیتے
ہیں۔ تو یہ زیادہ کار آمد ہے۔ بجائے اس کے کہ

رشک کے ذریعے شوق کا جذبہ مصنوعی طور پر پیدا کیا جائے +

کیا اخلاقی تعلیم میں ڈر کی کوئی جگہ ہے ؟ کیا بُرے کاموں کے ساتھ ہمیں ڈر کا لگاؤ قائم کرنا چاہیئے ؟ حقیقت میں ہمیں لڑکوں میں ڈر کا خیال پیدا کرنے سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیئے۔ کسی چیز سے نفرت کرنا سیکھنے کے لئے دو یا تین طریقے ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس چیز سے اس قدر ڈر پیدا کیا جائے۔ کہ جونہی اس چیز کا خیال ہمارے دماغ میں آئے۔ اُسی وقت یہ سوچنے کے بغیر کہ یہ چیز کیوں اور کس طرح مُضر ہے۔ ہم جھجک جائیں۔ اس طرح سے اس چیز کے متعلق پُوری پُوری نفرت ہو جائیگی۔ لوگوں کی زیادہ تعداد کسی غلطی سے بچنے کے لئے عام طور پر یہی طریقہ استعمال کرتی ہے۔ انہیں یہ بالکل معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کیوں کوئی بات اچھی ہے۔ اور کیوں بُری۔ کیونکہ اُنہوں نے کبھی اس کی بابت سوچا ہی نہیں ایسے آدمیوں میں تعصب اور نا رضامندی کا مادہ پیدا ہونے کا امکان ہے۔ ممکن ہے۔ کہ ڈر کے ذریعے ہم محدود حالت تک نیکی اور بدی کی تعلیم دے سکیں۔ لیکن اس سے ہمارے چال چلن میں وہ خوبی پیدا نہیں

ہو سکتی - جس کے ذریعے ہم یہ سوچ سکیں - کہ
کن حالتوں میں کوئی کام کرنا بُرا ہوتا ہے - اور
کن حالتوں میں کوئی کام کرنا اچھا - سب سے ضروری
وصف یہ ہے - کہ اخلاقی کاموں کے کرنے میں
ہم میں تمیز کا مادہ پیدا ہو جائے - ڈر کے
ذریعے تمیز کا مادہ کچلا جاتا ہے - لیکن جب دماغ
کو اخلاقی کاموں میں تمیز کرنے کا موقع دیا جاتا
ہے - تو یہ مادہ نشو و نما پاتا ہے +

دوسرا حصّہ

"زندگی اور تعلیم کا تعلّق"

آٹھواں باب

موجودہ زمانہ کی زندگی میں کس طرح تبدیلی ہو رہی ہے

اس وقت تک ہم صرف علم اور حصولِ علم پر بحث کرتے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں پہلے اس بات پر غور کیا۔ کہ تعلیم سے کیا مراد ہے۔ پھر اس بات پر کہ سیکھنے کا عمل کس طرح واقع ہوتا ہے۔ اس تمام بحث کے دوران میں ہم پر یہ ثابت ہو گیا ہے۔ کہ علم کا زندگی سے کیسا گہرا تعلق ہے۔ اب ہم اس تعلق پر تفصیل

کے ساتھ بحث کرینگے - پہلے ہم ان تبدیلیوں پر غور کرینگے - جو موجودہ زمانہ کی زندگی میں واقع ہو رہی ہیں +

ہندوستان کے دیہات کے لڑکے عموماً بہت پُرانے طرز کی زندگی بسر کرتے ہیں - ان کے والدین کا طرز کاشت، طرز سکونت اور لباس ویسا ہی ہے - جو کہ ان کے آبا و اجداد کا تین ہزار برس پہلے تھا - کیا یہ جمود کی حالت اسی طرح جاری رہیگی؟ نہیں یہ حالت زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتی۔ پچھلے سو سال کے عرصے میں دُنیا میں زبردست تبدیلی واقع ہوئی ہے - سواری اور بار برداری کے طریقے اور آمد و رفت کے وسائل اس قدر ترقی کر گئے ہیں - کہ دُنیا کا کوئی حصّہ اب الگ تھلگ نہیں رہ سکتا - اب یہ بات بالکل ناممکن ہے - آؤ اب ہم ایک بہت سادہ مثال لیں - جس وقت سے میں یورپی روم کا سفر کرکے آیا ہوں - میں مغربی ممالک سے اب مٹی کے تیل کے کنستر آتے دیکھتا ہوں - وہاں مٹی کے تیل سے ہزاروں کام لئے جاتے ہیں - ایک اور مثال موٹر کار کی ہے جو یہ ظاہر کرتی ہے - کہ کس طرح ایک چیز بنایا ہے مختلف ممالک کے باشندوں کی زندگی پر گہرا اثر

ڈالتی ہے۔ جہاں موٹر کاریں اور موٹر لاریاں رائج ہیں۔ وہاں کی طرز زندگی میں بڑی بھاری تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ جو شخص ان میں سوار ہوتے ہیں۔ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ بڑی آسانی سے جا سکتے ہیں۔ وہ نہ صرف آگے کی نسبت زیادہ کام کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ بلکہ مختلف قسم کے کام بھی سرانجام دے سکتے ہیں۔ جو لوگ ان میں سوار نہیں ہوتے۔ اُن کی زندگی پر بھی موٹر کاریں نمایاں اثر ڈال رہی ہیں۔ ریل کا سفر تمام ممالک کے باشندوں کی زندگی میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر رہا ہے۔ یہ معمولی سی مثالیں یہ ظاہر کرنے کو کافی ہیں۔ کہ تمام دُنیا اس وقت حرکت میں ہے۔ اور دُنیا کے مختلف حصص ایک دوسرے پر انحصار رکھتے ہیں۔ وہ نمایاں تبدیلیاں جو اس وقت یورپ اور امریکہ میں واقع ہو رہی ہیں۔ ہندوستان پر اثر کیئے بغیر نہیں رہ سکتیں۔

دُنیا کے تہذیب و تمدن میں ایک ایسی تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ کہ اس سے پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آئی۔ ہم اپنے آبا و اجداد کی نسبت زیادہ پیچیدہ دنیا میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ چونکہ تہذیب تبدیل ہو رہی ہے۔ تعلیم کا تبدیل ہونا بھی

نہایت ضروری ہے۔ ہمیں اس دُنیا کے مختلف امور کی نسبت بہت سی واقفیت حاصل کرنا مطلوب ہے سکول میں بے فائدہ چیزوں پر ہمیں کوئی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیں ایسی باتوں کا خود مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور اپنے لڑکوں کو پڑھانی چاہئیں۔ جن کا موجودہ تہذیب کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور جو ہماری زندگی پر نمایاں اثر کر رہی ہے۔ پہلے کی نسبت اب نئے مسئلے اور نئی مشکلات بہت جلد جلد ہمارے سامنے آ رہی ہیں۔ پُرانے طریقے زیادہ دیر تک کار آمد نہیں ہو سکتے۔ ہمیں اس بات کا کوئی علم نہیں۔ کہ کل کو سائینس کی نئی نئی ایجادوں کی وجہ سے کونسی نئی بات کا انکشاف ہوگا۔ چیزیں اس تیزی سے تبدیل ہو رہی ہیں۔ کہ دُنیا کی تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ جولیس سیزر (Julis Caesar -) (قدیم روما کا مشہور بادشاہ) روما سے پیرس تک پیغام اتنی ہی سرعت سے بھیج سکتا تھا۔ جتنی سرعت سے نپولین پیرس سے روم تک۔ کیونکہ ان ہر دو بادشاہوں کے زمانہ میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہیں ہوئی تھی۔ (دونو کے عہد حکومت میں اگرچہ ۱۸۰۰ سال کے لگ بھگ فرق تھا) لیکن موخر الذکر بادشاہ کے عہد میں پہلے

بادشاہ کے زمانہ کی نسبت نہ تو گھوڑوں میں کوئی تبدیلی واقع ہوئی تھی - اور نہ سڑکوں کی حالت سدھری تھی۔ ان ۱۸۰۰ سالوں میں آمد و رفت کے ذریعوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی - لیکن پچھلے سو سال میں ہم ایک پیغام کو نپولین کی نسبت بہت جلد بھیجنے کے لئے کئی ایک طریقوں سے آگاہ ہیں۔ہم دخانی جہازوں - ریلوں - موٹر کاروں اور ہوائی جہازوں کے ذریعے سفر کر سکتے ہیں - تار برقی - بحری تار برقی۔ ٹیلی فون اور بے تار برقی کے ذریعے اپنے پیغام بھیج سکتے ہیں - جوں جوں سائنس کے ذریعے نئی نئی ایجادیں کی جا رہی ہیں - دُنیا کی چیزیں ایسی سُرعت سے تبدیل ہو رہی ہیں - کہ ہم اس کا خیال بھی نہیں کر سکتے - اس طرح ہم یہ بالکل نہیں کہہ سکتے - کہ کل ہندوستان کے بچوں کو کونسی مشکل کا سامنا کرنا پڑیگا۔ ایک زمانہ تھا - کہ مدرس کو یہ معلوم تھا - کہ اس کے لڑکوں کو کون کون سی مشکلوں کا سامنا کرنا پڑیگا۔ اور اس علم کی بنا پر مدرس ان کا حل بتا دیتا تھا۔ اب نہ صرف مدرس حل نہیں بتا سکتا - بلکہ اسے یہ بھی معلوم نہیں - کہ وہ مسئلے کون کون سے ہیں - جن کا بچے کو سامنا کرنا پڑیگا - فن تعلیم کے سامنے اس وقت بالکل نیا سوال در پیش ہے - ہمیں اپنے

طلبہ کو اس قابل بنانا چاہئے ۔ کہ وہ مستقبل کی نامعلوم
مشکلوں کو عبور کرنے کے قابل ہوسکیں۔ اس سے یہ
مراد ہے ۔ کہ ہم ان میں مضبوط اخلاق پیدا کریں ۔ نیز
ان کو اس قسم کی تعلیم دیں۔ جسے پاکر وہ زندگی کے
اہم سوالوں کو سمجھنے کے قابل ہوسکیں۔ اور ان کا
حل سوچ سکیں ۔ جیومیٹری کے مسئلوں کے ذریعے
ہم لڑکوں کو سماجک یا معاشری مسئلے حل کرنے کے
قابل نہیں بنا سکتے ۔ ہمیں اپنے سکول میں وہ سماجک
مسئلے اپنے لڑکوں کے سامنے پیش کرنے چاہئیں ۔
جن سے ان کو زمانہ حال اور مستقبل کی بیرونی زندگی
میں سامنا کرنا پڑیگا ۔ ہمیں اپنے بچّوں کی اس طریقہ
سے پرورش کرنی چاہئے ۔ کہ ہمیں پُورا بھروسہ ہو ۔
کہ وہ اپنی مستقبل کی ضروریات کو خود تلاش کرکے
انہیں بہم پہنچانے کے قابل ہو جائینگے ۔ ہم اُنہیں
یہ نہیں بتا سکتے ۔ کہ اب انہیں کیا کرنا ہے ۔ ہم
اُن کی صرف اس پہلو میں مدد کر سکتے ہیں ۔ کہ
اپنے آپ میں یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوسکیں ۔ کہ
انہیں زمانہ حال اور مستقبل میں کیا کرنا چاہئے ۔
سکولوں کو اب اُن مقررہ اصولوں کے مطابق تعلیم
دینے کا سلسلہ بند کر دینا چاہئے ۔ جن کے ذریعے
وہ لڑکوں کو ہر ایک مشکل کا گھڑ کر جواب دینے

تھے ۔ موجودہ سرعت کے ساتھ تبدیل ہونے والی دُنیا
میں اس قسم کی کوشش کرنا بالکل ناممکن ہے ۔ کسی
مشکل کے حل کرنے کے لئے کوئی مقررہ اصُول قائم
کرنا نہ صرف ناممکن ہے ۔ بالکل تعلیم کے نکتۂ نگاہ
سے ایسی کوشش کرنا نا مناسب ہے *

بہت سی باتیں ہندوستان کی موجودہ طرز زندگی کو
تبدیل کرنے میں اثر ڈال رہی ہیں ۔ بلکہ وہ اور بھی
زیادہ تبدیلیاں پیدا کرینگی ۔ سکول اکیلے ان تبدیلیوں کا
باعث نہیں ہیں ۔ مگر اُنہیں ان تبدیلیوں کو خیال
میں لا کر ان کی رہنمائی کرنی چاہئے ۔ بہت سے
مدرس ایسے ہیں ۔ جو موجودہ زندگی کی تبدیلیوں کو
بالکل نظر انداز کئے ہوئے ہیں ۔ اور اپنی تعلیم کو
اس طریقہ سے دیتے ہیں ۔ گویا کہ یہ تبدیلیاں واقع
ہی نہیں ہوئیں ۔ ان تبدیلیوں کے بموجب جس طرح
انہیں اپنی تعلیم کو از سرِ نو ترتیب دینا چاہئے ۔ وہ
اس ترتیب کو بھی بھولے ہوئے ہیں ۔ جلد جلد
تبدیل ہونے والے مستقبل میں صرف بیدار مغز آدمی ہی
پورے اُتر ینگے ۔ جو یہ سمجھ سکتے ہیں ۔ کہ موجودہ وقت
میں کیا واقع ہو رہا ہے ۔ اور ان واقعات کے بموجب
کون کون سے سوالات پیدا ہو رہے ہیں ۔ آپ سب
ہندوستان کے طرزِ زندگی کو زیادہ مکمل اور بہتر بنانے

ہے کے لئے اس کی رہنمائی کر سکتے ہیں۔ رہنمائی کے
کام کو نظر انداز کرنا سخت خطرناک ہے۔ اگر صحیح
طریقہ سے رہنمائی نہ کی گئی۔ تو بہت خطرناک نتیجے
پیدا ہونگے۔ لیکن اگر ایسے سمجھ دار آدمی جو ہندوستان
کی بہبودی کا شوق رکھتے ہوں۔ اور ہندوستان کی
خوبیوں سے محبت کرتے ہوں۔ اس کی رہنمائی
کرینگے۔ تو بہت اعلےٰ نتیجے نکلنے کی اُمید ہو سکتی ہے۔
ایک مردہ نصاب تعلیم یا پڑھانے کے دقیانوسی طریقہ
سے ہم کوئی رہنمائی نہیں کر سکتے۔ جب تک کہ
تعلیم کے ہر ایک پہلو میں زندگی کے آثار موجود
نہ ہوں۔ تعلیم زندگی میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں
کر سکتی۔ لیکن تعلیم اس صورت میں زندگی کی تبدیلیوں
میں رہنمائی کر سکتی ہے۔ جبکہ نصاب اور طریقہ
تعلیم اُن کا اُن تبدیلیوں کے ساتھ گہرا تعلق ہو +

نواں باب

علم کس طرح زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ اور کس طرح اسے تبدیل کرتا ہے؟

ہم نے ابھی یہ ثابت کیا ہے۔ کہ تعلیم کو ہماری زندگی میں داخل ہونا چاہیئے۔ اور سُرعت کے ساتھ تبدیل ہونے والی زندگی کی رہنمائی کرنی چاہیئے۔ آؤ ہم دیکھیں۔ کہ کس طرح علم زندگی میں داخل ہوتا ہے۔ شروع شروع میں ہم نے یہ ثابت کیا تھا۔ کہ تعلیم اس حاصل کردہ طریق زندگی یا اخلاق کا نام ہے۔ جو ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتا ہے۔ اسے سکول کی چاردیواری میں محدود نہیں کیا جا سکتا۔ اچھی قسم کی زندگی میں سکول کے اندر اور باہر کسی نہ کسی قسم کا علم ہمیشہ حاصل کرنا ہوتا ہے۔ اصلی اور کار آمد تعلیم حقیقت میں بچے کے سکول کا نام سُننے سے کچھ سال پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ بہت سے لڑکے سکول کی نسبت باہر کی دنیا میں زیادہ کچھ سیکھتے ہیں۔ اور حاصل کرتے ہیں +

نمونہ کے طور پر ہم ایک مثال کو لیتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہوگا۔ کہ کس طرح سکول کے باہر تعلیم حاصل کی جاتی ہے۔ کسی ایک ہندوستانی لڑکے کا خیال اپنے دل میں لاؤ۔ جو اپنے کپڑے میں گانٹھ دینی سیکھ رہا ہو۔ اس کا سیکھنے کا عمل حسب ذیل ہوگا :-

(۱) لڑکا گانٹھ دینی شروع کرتا ہے۔ اس سے پیشتر اس نے خود تو گانٹھ کبھی نہیں دی۔ لیکن اس نے اپنے باپ کو اکثر گانٹھ دیتے دیکھا ہے۔ لہٰذا وہ اس عمل کو شروع کرنا جانتا ہے +

(۲) اس کے لئے ایک مشکل نمودار ہوتی ہے۔ حقیقت میں جو گانٹھ اس نے دی ہے۔ وہ فی الواقع گانٹھ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ مضبوطی سے ٹھہرتی نہیں۔ اس مشکل کی وجہ یہ ہے۔ کہ اسے مضبوطی سے گانٹھ دینے کا ہنر نہیں آتا۔ وہ ضروری طریقہ عمل سے ناواقف ہے +

(3) اپنی ماں کی مدد کے ساتھ وہ پھر کپڑے کو مروڑتا ہے۔ وہ اپنی ماں کو بغور دیکھتا ہے۔ کہ وہ کس طرح گانٹھ دیتی ہے۔ اور تمام ضروری عملوں کی طرف خاص توجہ دیتا ہے۔ وہ یہ دیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ کہ آیا کپڑا سُرخ ہے۔ یا سفید۔ اس کی

توجہ کسی اور ضروری بات کی طرف مبذول ہے۔ وہ پھر گانٹھ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے طرزِ عمل کا مشاہدہ کرتا جاتا ہے +

(4) حتیّٰ کہ وہ نیا طرزِ عمل جسے اسے سیکھنے کی ضرورت تھی۔ دریافت کر لیتا ہے۔ سیکھنے کا عمل تب تک ختم نہیں ہوتا۔ جب تک کہ اس نئے ہنر کو حاصل نہیں کر لیتا۔ یہاں تک کہ اسے کسی قسم کی وقت محسوس نہیں ہوتی +

(5) اس کی اصلی مشکل اب حل ہو گئی ہے۔ وہ اب خود اپنے عمل کو شروع کرکے سرانجام دے سکتا ہے۔ اور گانٹھ دینے میں کامیاب ہوتا ہے +

سیکھنے کے عمل کی جو مختلف حالتیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں۔ ہر ایک قسم کے علم میں واقع ہوتی ہیں۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے۔ کہ سب سے پہلے کسی چیز کے کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جاتی ہے +

(2) تو کوئی مشکل نمودار ہوتی ہے۔ جب اس قسم کی ضرورت محسوس ہوتی ہے +

(3) تو اس کا مطالعہ شروع ہوتا ہے۔ ہم اکثر یہ اُمید کرتے ہیں۔ کہ بچے بغیر کسی مشکل یا معمّہ کے نمودار ہونے کے مطالعہ کو شروع کریں۔ یہ طریق

اصلی مطالعہ کو نا ممکن بنا دیتا ہے۔ پیشتر اس کے کوئی شخص پوری کوشش سے مطالعہ شروع کرے۔ یہ ضروری ہے۔ کہ وہ کسی ضرورت یا مشکل کو محسوس کرے۔ کسی مشکل کے محسوس کرنے سے مطالعہ کا آغاز ہوگا۔ اور مطالعہ سے علم حاصل ہوگا +

ہم ایک اور مثال لیتے ہیں :-

(۱) فرض کرو۔ کسی لڑکی کو اپنے باپ کے ساتھ پہلی دفعہ مدراس جانے کا اتفاق ہوتا ہے۔ اس نے اس سے پیشتر پہلے کبھی ٹریم کار نہیں دیکھی۔ آخر ایک ٹریم کار آتی ہے۔ اور وہ اس کے پاس جاتے ہیں +

(2) باپ اپنی لڑکی کو ٹریم کار میں چڑھنے کے لئے کہتا ہے۔ اب لڑکی کے سامنے ایک حقیقی مشکل ہے۔ اس کے لئے یہ بالکل انوکھی بات ہے۔ وہ نہیں جانتی۔ کہ کس طرح گاڑی میں چڑھے +

(3) لڑکی بغور دیکھتی ہے۔ کہ کس طرح دوسرے لوگ چڑھتے ہیں۔ کہاں وہ اپنے ہاتھ رکھتے ہیں۔ اور کہاں پاؤں۔ اور کس ترتیب سے وہ دوسری باتیں سر انجام دیتے ہیں +

(4) اس سے اگلا درجہ یہ ہے۔ کہ لڑکی اس نئے حاصل کردہ ہنر اور طرز عمل کو عملی جامہ پہنانی ہے +

(5) اس کی مشکلات کا خاتمہ ہونا ہے۔ اور لڑکی ٹریم کار میں چڑھ جاتی ہے ÷

فرض کیجیے۔ کوئی آدمی ہمارے سامنے نئے خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ جنہیں ہم سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہمیں ان خیالات کے سمجھنے میں کچھ دقت محسوس ہوتی ہے۔ جو کچھ وہ کہتا ہے۔ ہم اس کے سلسلہ کلام کی پیروی نہیں کر سکتے۔ تب ہم اس کی تمام تشریح کو غور سے از سر نو سنتے ہیں۔ تاکہ اس کے مطلب کو ہم اچھی طرح سمجھ سکیں۔ آخر کار ہم اس کے مطلب کو اچھی طرح سے سمجھ لیتے ہیں۔ اور نئے خیالات کو جذب کر کے ان پر عمل کرتے ہیں۔ اس طرح سوچنے کا نیا طریقہ عمل میں آنا شروع ہوتا ہے ÷

دیگر ایک استاد تازہ دم ٹریننگ سکول سے آکر اپنا کام شروع کرتا ہے۔ اس سے پیشتر اس نے کبھی اکیلے کسی جماعت کو نہیں پڑھایا۔ جب وہ جماعت کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اسے دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس میں وہ ہنر موجود ہیں۔ جس کے ذریعے وہ اپنی جماعت کی توجہ اپنی طرف منعطف کرا سکے۔ کیا وہ اپنے کام میں اس طرح ترقی کر سکتا ہے۔ ہرگز

نہیں - جب تک وہ اپنے کام کا اچھی طرح سے مطالعہ نہیں کرتا - اور ضروری ہنر کو حاصل نہیں کرتا۔ اُسے کامیابی نہیں ہوگی +

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے - کہ تمام حقیقی تعلیم میں خواہ وہ سکول کے اندر حاصل کی جائے - یا باہر عام طور پر تمام درجوں کی ترتیب حسب ذیل ہوگی +

(۱) جب ہم کسی نئے کام کو شروع کرتے ہیں +

(۲) تو کوئی دقت پیش آتی ہے +

(۳) جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے - کہ ہم زیر غور امر کے ساتھ تعلق رکھنے والی تمام باتوں کو اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں +

(4) اس طرح سے ہم نیا طرزِ عمل سیکھتے ہیں +

(5) اور اپنے کام کو از سر نو کرتے ہیں - اب معلوم ہو گیا - کہ مطالعہ اور تعلیم صرف اس وقت حاصل ہوتے ہیں - جب زندگی کے ساتھ تعلق رکھنے والے کسی کام میں کوئی دقت پیش آتی ہے - تعلیم کے اصل معنی اور استعمال بھی صرف اُسی وقت سمجھ میں آتا ہے - جب کسی عملی کام میں حصّہ لیا جائے - جب تعلیم اور مطالعہ کو روزمرہ کی زندگی سے علیحدہ کیا جاتا ہے - تو ان کے کچھ معنی نہیں رہتے +

میں اس بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔کہ زندگی کے کاموں کو سرانجام دینے کے لیئے ہمیشہ نئی واقفیت اور تعلیم درکار ہے۔ تعلیم کا کام زندگی میں ایک زندہ کام ہے۔ تعلیم اور مطالعہ زندگی کا ایک جزو ہیں۔ وہ سکول جانے سے بیشتر ہی زندگی میں موجود تھے۔ اور سکول کے خاتمہ پر ہمیشہ زندگی کے ساتھ جاری رہینگے۔جب کبھی کسی نئے کام کے کرنے کے لیئے آپ قدم اٹھاتے ہیں۔تو سیکھنے کے ان سب درجوں میں سے آپ کو گذرنا پڑیگا +

تعلیم کس طرح ہماری زندگی کو تبدیل کرتی ہے؟

لڑکے کی ان دونو حالتوں میں۔

(۱) جبکہ اس نے رینگنا نہیں سیکھا۔

(۲) جبکہ اس نے رینگنا سیکھ لیا ہے۔کیا فرق ہے؟

دوسری حالت میں اس نے بہت سی نئی باتوں کا تجربہ حاصل کر لیا ہے۔ رینگنے کی وجہ سے اس کا تعلق نئی نئی باتوں سے پیدا ہوگیا ہے۔ اس کی ماں کہتی ہے۔کہ بچہ اب زیادہ ہوشیار اور شرارتی ہوگیا ہے۔اس کے مشاغل کا دائرہ آہستہ آہستہ وسیع ہو رہا ہے۔اس نے اب نئی اور دلچسپ دنیا دریافت کر لی ہے۔ جو پیشتر ازیں اس سے پوشیدہ تھی۔کیا

ان نئے شغلوں کے آنے پر اسے نئی تعلیم بھی حاصل کرنی پڑتی ہے۔ جوں جوں اس کا تجربہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ اس کے لئے نئی نئی باتوں اور اور ان کے حاصل کرنے کے لئے نئے نئے طریقوں کا سیکھنا ضروری ہوتا جاتا ہے۔ اس کے بعد جب وہ چلنا سیکھتا ہے۔ وہ اکیلا ہی گھر سے باہر نکل جاتا ہے اور اپنی زندگی کے دائرہ کو اور بھی وسیع کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا نئی نئی باتوں کا سیکھنا اس کی زندگی کو تبدیل کرتا جاتا ہے۔ زندگی میں اس نے نئے نئے فرائض سر انجام دینے ہوتے ہیں۔ لہذا تعلیم کے امکان بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ اب اس کے احساسات مختلف ہیں۔ اور وہ زیادہ با سمجھ طریقہ سے کام کرتا ہے۔ اس کی ماں یہ دیکھ کر خوش ہوتی ہے۔ کہ اس کا بچہ چل پھر سکتا ہے۔ لیکن اسے کسی قدر اس بات کا افسوس ہے۔ کہ اس کا لڑکا بڑا ہوتا جا رہا ہے۔ اور دن بدن اس (بچہ) کا انحصار اس (ماں) پر کم ہوتا جا رہا ہے۔ لیکن بچہ دن بدن خوشی محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ روز مرہ بہتر طریقہ سے اپنی رہنمائی آپ کرنے کے قابل بن رہا ہے۔ آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا۔ کہ تعلیم حقیقت میں ترقی کے مختلف درجوں کا نام

ہے۔ جب ہم ایک نیا قدم اُٹھاتے ہیں۔ اُس کے ساتھ ہی ہمیں کوئی نئی بات سیکھنی پڑتی ہے۔ جس وقت ہم کوئی نئی بات سیکھتے ہیں۔ تو اُس میں اور نئی باتیں آ موجود ہوتی ہیں۔ جن کا علم حاصل کرنا ضروری ہے +

اس سے یہ ظاہر ہو گیا ہوگا۔ کہ دن بدن ہماری زندگی وسیع ہوتی جاتی ہے۔ تعلیم اُس حد تک اچھی ہے۔ جس حد تک کہ کسی بشر کے لئے زیادہ بہتر زندگی پیدا کرے۔ مستقبل کے لئے اور بھی زیادہ وسیع بہتر اور پُر ایثار زندگی بسر کرنے کا امکان پیدا کرے۔ حقیقت میں تعلیم ترقی کے مختلف درجوں کا نام ہے۔ جن کے ذریعے سے علم حاصل کرنے والے کے لئے اور اس کے ارد گرد والوں کے لئے زیادہ بہتر زندگی کے مواقع پیدا ہوں۔ سب سے نکمی وہ تعلیم ہے۔ جو مستقبل کی بہتری کی بہت کم اُمید دلائے۔ آپ کے سامنے اب یہ سوال ہے۔ کہ کس طرح دیہاتی مدرس اور دیہاتی طلبہ کو وسیع اور بہتر زندگی اور اعلیٰ خدمت کے میدان میں لایا جائے۔ میرے خیال میں تمام گفتگو کا لب لباب یہ ہے۔ کہ آنے والی نسلوں کے دیہاتی طلبہ کی زندگی کو زیادہ بہتر بنانے کے لئے کس قسم کے دیہاتی

سکول درکار ہیں۔ اس نقطۂ نگاہ کو لے کر آج سے ہی موگہ اور بولپور کی تقلید کرو۔ بچّوں کے تجربہ کو وسیع کرو۔ اس طرح وہ زیادہ سوچنے کے قابل ہو جائینگے۔ اور زیادہ اچھی تعلیم حاصل کرینگے۔ ان کے لئے زندگی بالکل جُدا گانہ ہوگی۔ جب ہم ان کے نقطۂ نگاہ کو تبدیل کرتے ہیں۔ تو وہ اپنی موجودہ واقفیت پر قانع نہیں رہتے۔ بلکہ اور زیادہ واقفیت حاصل کرنے کے خواہشمند ہوتے ہیں +

زندگی اور تعلیم پر بحث کے دوران میں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ ہم زندگی۔ تعلیم اور اخلاق کے باہمی تعلق پر بحث کریں۔ ان میں سے کون سب سے زیادہ بڑا ہے؟ کس قدر وہ آپس میں تفاوت رکھتے ہیں؟ زندگی اور اخلاق کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ میں لفظ اخلاق کو بہت وسیع معنوں میں لے رہا ہوں۔ میری اس سے مراد انسان کی شخصیت کا باطنی اور خارجی اظہار ہے۔ اس طرح اخلاق اتنا ہی وسیع ہے۔ جتنی کہ زندگی۔ زندگی اور اخلاق آپس میں اس قدر ملے ہوئے ہیں۔ کہ ان کی تمیز مشکل ہے +

تعلیم اور اخلاق میں کیا تعلق ہے؟ کچھ اخلاق تو ان خدا داد تعلقات اور قدرتی رغبتوں سے پیدا ہوتا

ہے۔ جو ہر ایک بچہ پیدائش سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ اور کچھ تعلیم اور حاصل کردہ تعلقات سے پیدا ہوتا ہے۔ سیکھنے کا مادہ چھوٹے چھوٹے بچوں میں بھی موجود ہوتا ہے۔ اور جوں جوں وہ بڑے ہوتے جاتے ہیں۔ یہ مادہ زیادہ وقعت اختیار کرتا جاتا ہے۔ تعلیم زندگی کا حرکت کرنے والا پہلو ہے۔ تعلیم کی کیوں ضرورت ہے؟ اس واسطے کہ زندگی اور اخلاق بہتر کرنا درکار ہے۔ کسی ایک بچے یا انسان کو لو جس کی عمر 6، 16، 26، 36، 46 سال کی ہو۔ اگر آپ چاہتے ہیں۔ کہ اس کا اندرونی اور بیرونی اخلاق مجموعی طور پر پسندیدہ قسم کا ہو۔ تو ضروری ہے۔ کہ وہ سوچنے۔ محسوس کرنے اور کام کرنے کے اچھے طریقے سیکھے۔ اس کی تعلیم اس کے اندرونی اور بیرونی اخلاق پر ہر طرح سے اثر ڈالے۔ بلکہ میں تو یہ کہونگا۔ کہ تعلیم کا اخلاق اور زندگی کے ہر ایک حصہ میں نمایاں اثر ہوتا ہے۔ اخلاق کی اصلاح کے لیئے اعلےٰ ارادوں نیک عادات اور محسوسات کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ فرض کرو۔ کوئی ایسی بات میرے تجربہ میں آتی ہے۔ جس سے مجھ میں خاص (Emotion) ابھار یا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ خواہ مجھے پھر کبھی ایک بڑی حد تک یہ جذبہ محسوس

کرنے کا اتفاق نہ ہو۔ لیکن جب مجھے ایک دفعہ اس
کا تجربہ ہو جاتا ہے۔ تو میری دماغی حالت میں
پہلے کی نسبت بڑا بھاری فرق واقع ہوتا ہے۔
اس جذبہ کا دیرپا اثر میرے دل پر قائم رہتا
ہے۔ اگر وہی جذبہ مجھے کل یا اگلے ہفتہ محسوس
کرنے کا اتفاق ہو۔ تو یہ جذبہ میرے چال چلن
میں مضبوطی سے جم جائیگا۔ ہر ایک تجربہ ہماری
دماغی حالت میں کچھ نہ کچھ تبدیلی ضرور پیدا کرتا
ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اس تبدیلی کا کم و بیش ہونا
دو باتوں پر منحصر ہے۔ جتنا مؤثر تجربہ ہوگا۔ اور
جتنی زیادہ دفعہ مجھے کوئی تجربہ محسوس کرنے کا
اتفاق ہوگا۔ اُتنی ہی زیادہ تبدیلی ہوگی۔ اگر کوئی
تجربہ زیادہ مؤثر ہے۔ اور زیادہ دفعہ دُہرایا گیا ہے
تو یہ تجربہ ہمارے چال چلن کا ایک ہمیشہ قائم رہنے
والا عنصر بن گیا ہے +

زندگی اس بات کی طلبگار ہے۔ کہ ہم نت نیا کام
کریں۔ جس کو پہلے کبھی نہ کیا ہو۔ کہ ہم ہمیشہ
حصول علم کے نئے نئے طریقے سیکھیں۔ نئے نئے
تجربے اور نئے نئے امکانات مہیا کریں۔ ان کو
حاصل کرنے کے لئے زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے۔
تاکہ علم زندگی میں زیادہ سے زیادہ داخل ہو سکے۔ اور

ہماری زندگی زیادہ بہتر اور خوشگوار ہوسکے۔ اگر آپ دنیا کے تمام موجودہ سکولوں کو لے کر ایک پیمانہ پر اس طرح ترتیب دیں۔ کہ سب سے اچھے سکول کا نام اُوپر کی طرف اور سب سے بُرے سکول کا نام پیمانے کی نچلی طرف ہو۔ جوں جوں آپ پیمانہ کے اوپر کی طرف چلینگے۔ توں توں آپ کو معلوم ہوگا۔ کہ تعلیم انسانی زندگی کے لئے زیادہ کار آمد ہوتی جاتی ہے۔ سب سے نکمے سکول میں یہ خوبی بہت کم پائی جائیگی۔ کیونکہ ایسے سکول میں محض لفظوں کا ہی دُہرانا سکھایا جاتا ہے۔ جن کا مفہوم طلبہ اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ اچھے سکولوں میں لڑکوں کے سامنے زندگی کے نصب العین یا معیار پیش کئے جاتے ہیں۔ سب سے اچھے سکول میں لڑکوں کو ایسی زندگی بسر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ جس میں کہ وہ اپنا چال چلن اور نصب العین تعمیر کر سکیں۔ اس طرح علم زندگی میں داخل ہوکر اسے بالکل تبدیل کر دیتا ہے۔ صحیح قسم کی تعلیم ترقی پذیر اور شریفانہ زندگی بسر کرنے کا موقع پیش کرتی ہے ؞

دسواں باب

کس قسم کے تجربے انسان میں سوچنے کا مادہ پیدا کرتے ہیں

ہم نے ابھی اس بات پر غور کیا ہے - کہ کس طرح تعلیم زندگی کو تبدیل کرتی ہے - تعلیم کا ہماری زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے - یعنی ہم میں سوچنے کا مادہ پیدا کرے - ہم اس بات کو کس طرح ترقی دے سکتے ہیں خواہ ہم کسی پرائمری سکول کے منتظم ہیں - خواہ نورمل سکول کے - سب سے بڑا سوال ہمارے سامنے یہ ہے - کیا لڑکے اپنے آپ کے لئے کچھ سوچنے کے قابل ہیں - کیا وہ واقعات کے اسباب دریافت کرنا سیکھ رہے ہیں یا جو کچھ انہیں بتلایا جاتا ہے - اسے بغیر سوچنے کے الہامی حکم سمجھ کر قبول کرتے ہیں - خود مختار بادشاہ نہیں چاہتا - کہ اس کی رعایا میں سوچنے کا مادہ پیدا ہو - لیکن جمہوری حکومت والے ملک میں ہر ایک شہری کو اپنے آپ

میں سوچنے کا مادہ پیدا کرنا چاہیئے۔ ہر ایک قابل شہری کے لیئے ضروری ہے۔ کہ وہ کسی واقع کے مختلف پہلوؤں پر اچھی طرح سے غور کرے۔ اور اسے اچھی طرح سے سمجھ کر کسی اچھے نیتجے پر پہنچنے کے قابل ہو سکے +

بعض خود سر اصحاب با فہم اُستادوں کا رکھنا بے فائدہ سمجھتے ہیں۔ وہ محض ایسے اُستاد رکھنا چاہتے ہیں۔ جو ان کے احکام کو بلاچوں و چرا ماننے کے لئے تیار ہوں۔ وہ ایسے آدمی چاہتے ہیں۔ جو ان پر کسی قسم کا سوال نہ کریں۔ ان کے لئے تعلیم کے نئے طریقے بے فائدہ اور خطر ناک ہیں۔ لیکن نئی روشنی کے معلم کی تب تک تسلی نہیں ہو سکتی۔ جب تک کہ اُستادوں میں سوچنے کا مادہ پیدا نہیں ہوتا بجائے اس کے کہ نارمل سکولوں کے طلبہ ہر ایک بات اپنے اُستاد سے ہی سیکھنے کی کوشش کریں۔ جتنی زیادہ ان میں سوچنے کی ذمہ واری پیدا کی جائیگی۔ اتنا ہی زیادہ وہ اپنے مسائل کو اچھی طرح سے سمجھنے کے قابل ہونگے۔ اس طرح سے وہ زیادہ ہوشیار اور با فہم ہو جائینگے۔ ہم ان میں اس خوبی کو نشو و نما دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہنا چاہیئے۔ جس

کے ذریعے سے ہم اپنے طلبہ کو اپنے مسائل از خود سوچنے
کی تربیت دے سکیں۔ اگر کوئی اُستاد ہوشیار اور
با فہم بننا چاہتا ہے۔ تو اُسے معلوم ہونا چاہئے۔
کہ وہ کسی مضمون کو کیوں پڑھاتا ہے۔ اسے چاہئے۔ کہ
کتابوں کے مطالعہ اور دوسروں کے ساتھ بحث مباحثہ
کے ذریعے اپنا مدعا قائم کرے۔ اور جب تک اس
کے پاس اس قائم کردہ مدعا کو ترک کرنے کی زبردست
دلائل موجود نہ ہوں۔ اس پر قائم رہے۔ اس حالت
میں جبکہ وہ اپنے مُدعا کی اہمیت کو محسوس کرتا ہے۔
وہ اپنے مضمون کو زیادہ با فہم طریقہ سے پڑھائیگا۔
اس کا مُدعا اس کی دماغی حالت پر زبردست اثر
ڈالے ہوئے ہے۔ کیونکہ اس کے پاس اس امر کے
دلائل موجود ہیں۔ کہ کیوں اور کس طرح اس کا قائم کردہ
مدعا سب سے افضل ہے۔ اس مدعا کو حاصل کرنے
کے لیئے وہ پوری تن دہی سے کام کریگا +

میں نے آج ایک ہندوستانی اُستاد کو اپنے لڑکوں
سے یہ کہتے سُنا ”اگر آپ اس چھوٹے سے جانور کے
پنجر کو اچھی طرح سے پیس کر اپنے مویشیوں کی خوراک
میں ملا دیں۔ تو آپ کے مویشی خوب موٹے ہو جائینگے“
ایسے مدرس کی بابت ہم کیا خیال کر سکتے ہیں۔ یہ بات
عیاں ہے۔ کہ مدرس کو خود معلوم نہیں۔ کہ وہ کیا بول

رہا ہے۔ نہ صرف اس نے ایک سادہ بات میں سخت غلطی کی ہے۔ بلکہ وہ اپنے لڑکوں میں سوچنے کا مادہ پیدا کرنے میں ناکامیاب رہا ہے۔ ہمیں اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اپنے طلبا کو اور طلبہ کے ذریعے اُن کے والدین کو زندگی کے عام کاموں میں توہمات کو ترک کرنے کے لئے آمادہ کریں اور ان میں سوچنے کے سائنٹیفک طریقے پیدا کریں۔ تاکہ وہ ان طریقوں کو اختیار کریں۔ جن کی آزمائش کی جا چکی ہے۔ اور اچھے ثابت ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ ہمارے مدرس سوچنے کے مادہ کو ترقی دیں۔ اور لڑکوں اور بالغوں میں سوچنے کے معیار کو بلند کریں ؂

ہمیں یہ خیال بالکل ترک کر دینا چاہیئے۔ کہ بچے کے پہلے تجربے محض حواس خمسہ تک محدود ہوتے چاہئیں۔ اور اس سے بعد ہم اسے واقعات کو از بر کرنا ہی سکھائیں۔ جس وقت ہم زندگی کی حالت پر غور کرتے ہیں۔ تو یہ درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ حواس خمسہ کے ساتھ تعلق رکھنے والے تجربات بچے کی دُنیا میں کافی وقعت رکھتے ہیں۔ لیکن یہ اس واسطے نہیں کہ بچہ ایک بالغ آدمی سے کلی طور پر مختلف ہوتا ہے۔ بلکہ

یہ اس لئے ہے۔ کہ دنیا اس کے لئے بالکل نئی ہے۔ تمام وقت بچہ ہماری طرح سوچنے کا عمل کرتا ہے۔ اور اس کا سوچنے کا طریقہ بھی ہمارے جیسا ہوتا ہے۔ ہر حالت میں یہ تجربہ ہی ہے۔ جو ہمیں سوچنے اور اخلاقی نتائج پر پہنچنے کے قابل بناتا ہے نئے طریقوں کی رو سے تمام تعلیم کی بنیاد انسان کے ذاتی تجربات پر رکھی جانی چاہیئے۔ ہمیں بچے کے سکول کے کام کو ایسے مسائل اور امور سے وابستہ کرنا چاہیئے۔ کہ جن سے نہ صرف اس کی دلچسپی قائم رہے۔ بلکہ اسے تمام قسم کی تعلیم حاصل ہو سکے۔ بچہ اس صورت میں سوچنا سیکھتا ہے۔ جب اسے کامیابی کے ساتھ سوچنے کا موقع دیا جائے۔ کیا بچوں کو ہر حالت میں اپنے ذاتی تجربوں پر ہی اعتبار کرنا چاہیئے؟ نہیں بعض حالتوں میں انہیں دوسرے شخصوں کے تجربوں سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ نئی طرز کی تعلیم بچوں کو دوسرے ذریعوں سے واقفیت حاصل کرنے سے نہیں روکتی۔ بلکہ یہ تو اس بات پر زور دیتی ہے۔ کہ ہر ممکن ذریعہ سے اپنی واقفیت کو بڑھایا جائے۔ اور اس حاصل کردہ واقفیت کی اصلیت کو جانچا جائے۔ اس طرح سے جو واقفیت بھی حاصل کی جائیگی وہ بچے کی زندگی میں گھر کر جائیگی۔ بشرطیکہ اس واقفیت کا

اس کے مقصد کے ساتھ گہرا تعلق ہو +
کس حد تک ذاتی (First-hand) تجربہ حاصل کرنا ضروری ہے - ہمیں زہروں کے متعلق کس طرح ذاتی تجربہ ہے - بہت تھوڑا - لیکن یہ ضروری ہے - کہ کوئی شخص زہروں کے علم میں ماہر ہو - اور ان سے اس کا ذاتی تجربہ ہو - اس سے یہ مراد نہیں - کہ وہ خود زہروں کو کھا کر دیکھے - لیکن اسے زہروں کی خاصیت سے واقفیت ہونی چاہئے - اسے یہ معلوم ہونا چاہئے - کہ زہر کس طرح اثر کرتی ہے - کس قدر مقدار میں خطرناک ہوتی ہے - کس قدر مقدار ہم بغیر خطرہ کے کسی کو بطور دوائی کے دے سکتے ہیں - میں اسے ان الفاظ میں بیان کرونگا - اگر ہم کسی زیر غور بات میں کسی شخص کو خاص طور پر بافہم دیکھنا چاہتے ہیں - تو اسے اس بات کا ایک بڑی حد تک ذاتی تجربہ ہونا چاہئے - لیکن اگر یہ بات ہے - کہ اس کے لئے اس کے متعلق زیادہ بافہم ہونے کی ضرورت نہیں - تو ایسی صورت میں وہ اس کے متعلق دوسروں سے بھی واقفیت حاصل کر سکتا ہے - سکول کے بہت سے مضامین میں یہ اصول درست پایا جائیگا +
جغرافیہ پڑھاتے وقت ہم قطب شمالی میں جاکر

وہاں کی آب و ہوا کا ذاتی تجربہ حاصل نہیں کر سکتے نہ ہی ہم دنیا کے ہر حصّے میں جا سکتے ہیں۔ ہمیں دوسرے آدمیوں کی باتوں پر اعتبار کرنا پڑیگا۔ لیکن اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ لڑکے اپنی زندگی میں جغرافیہ کا استعمال کریں۔ تو اُنہیں اپنی زندگی میں اسے استعمال کرنے کی مشق کرانی ضروری ہے۔ اس حالت میں انہیں جغرافیہ کا استعمال کرنے کے لئے ذاتی تجربہ کی ضرورت ہے۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔ کہ وہ جغرافیہ کے مختلف واقعات خود دریافت کریں +

ہم اپنے طلبہ کو تاریخی واقعات کے استعمال میں بہت سا ذاتی تجربہ حاصل کرنے میں مدد دے سکتے ہیں۔ اگرچہ تاریخی واقعات اور ناموں کا انہیں ذاتی تجربہ نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ کسی واقع کو محض ازبر یاد کرتے ہیں۔ تو اس طرح یاد کرنا ان میں سوچنے کا مادہ پیدا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ اس قسم کی تعلیم ان کی دماغی نسوں میں گھر نہیں کر سکتی۔ لہذا ایسی واقفیت حاصل کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جغرافیہ تاریخ اور سوکس (شہریت) کی تعلیم دیتے وقت لڑکوں کو ایسے مواقع بہم پہنچانے چاہئیں۔ کہ وہ مختلف واقعات کو اپنی زندگی میں استعمال کرکے ان کا ذاتی تجربہ کر سکیں۔ اور ایسی باتوں کا مطالعہ

کریں۔ جن کا ان کے غور کرنے کے مادہ سے تعلق ہو۔ اس طرح ہم ان کے خیالات کو ان کے تجربہ کی بنا پر منظم کرنے میں کامیاب ہو سکینگے۔ جب ہم اپنے طلبہ کو اپنی طرف سے سوچی ہوئی بات پیش کرتے ہیں۔ تو ہم ان کے سوچنے کے مادہ کو کچل ڈالتے ہیں۔ وہ مجہولانہ طریقہ سے کسی بات کو جذب کر لیتے ہیں۔ اس طرح سے ان کی اپنی اصلیت جاتی رہتی ہے۔ ہمیں محتاط رہنا چاہئے۔ کہ ہم محض دوسروں کی سوچی ہوئی بات ہی اپنے لڑکوں کو پیش نہ کریں۔ انہیں بڑی حد تک ذاتی تجربہ کرنا چاہئے۔ اور اپنے تجربہ کی بابت خود سوچنا چاہئے۔ جس طرح کہ ہم پہلے کہ چکے ہیں۔ کہ تعلیم زندگی میں داخل ہوکر اسے صرف اسی حالت میں تبدیل کرتی ہے۔ جبکہ طالب علم کو خود ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ اور کسی مشکل کا ذاتی مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اصل سوچنے کا مادہ صرف تجربہ سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اور سوچنے کا عمل تجربہ کی ترمیم بھی کر دیتا ہے ؂

مقرر کردہ نصاب کی کتابیں کس حد تک کار آمد ہو سکتی ہیں؟ اگر مقرر کردہ نصاب، کی درسی کتاب سے (Text Book) مراد ایسی کتاب ہے۔ کہ جس کے ذریعہ

ایسی واقفیت بہم پہنچائی جائے۔ جو لڑکوں کو اپنے مسائل کے حل کرنے میں مدد دے۔ تو یہ کتاب کار آمد ہے۔ لیکن ایسی کتابیں چنداں فائدہ مند نہیں ہوسکتیں۔ جو لڑکوں میں سوچنے کی قابلیت پیدا کرنے کی بجائے محض دوسروں کے حاصل کردہ نتائج سے ہی واقف کریں۔ جو کچھ بھی ہم سکولوں میں استعمال کرتے ہیں۔ یا خود کرتے ہیں لڑکوں کے لئے تحریک کا موجب ہونا چاہیئے۔ تاکہ لڑکے اپنے مسائل آپ سوچنے کے قابل ہوسکیں۔ دوسرے اشخاص کے خیالات کو جذب کر لینا سوچنے کی قابلیت کو نہیں بڑھاتا +

اس بحث کے رُو سے ہم ہربرٹ (Herbart) صاحب کے قائم کردہ اسباق کے رسمی درجوں کی بابت کیا رائے قائم کرسکتے ہیں۔ کیا سبق کو ان مختلف درجوں میں تقسیم کرنے سے ہم لڑکوں میں سوچنے کی قابلیت پیدا کرسکتے ہیں؟ نہیں۔ یہ رسم اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہے۔ جب لوگوں کا خیال تھا۔ کہ بچوں کو سوچنے کے قابل بنانے کے لئے ان کو یہ بتلانا ضروری ہے۔ کہ وہ کیا سوچیں۔ ہر ایک سبق کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ یعنی

(۱) تیاری +

(۲) مضمون کا پیش کرنا +

(۳) مضمون زیر بحث کو دوسرے مضامین سے مربوط کرنا +

(۴) نتائج کا اخذ کرنا +

(۵) اور اخذ کردہ نتائج کا عملی استعمال +

یہ درجے اس خیال پر بنائے گئے تھے۔ کہ لڑکے اپنے لئے سوچ نہیں سکتے - مدرس کو محنت سے تمام واقعات لڑکے کے سامنے پیش کرنے چاہئیں - سبق کو ان مروجہ درجوں میں تقسیم کرنے کا طریقہ کچھ عرصہ سے اب بالکل محدود ہوتا جا رہا ہے - موجودہ زمانہ کے معلم اس بات میں یقین رکھتے ہیں - کہ لڑکے اپنے لئے اچھی طرح سے سوچیں - بجائے اس کے کہ وہ دوسروں کے سوچے ہوئے نتائج کو چپکے سے قبول کریں - ہم اب اچھی طرح سے پہچانتے ہیں۔ کہ سوچنے کی قابلیت اسی حالت میں پیدا ہوتی ہے - جب ہمیں مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی مشکل کسی انسان کے تجربے کے دائرہ میں آنے والی ہو - تو اس کا دماغ قدرتی طور پر اس کا حل سوچتا ہے - اس صورت میں ہماری کوشش صرف یہ ہونی چاہیئے - کہ بچے کی موجودہ مشکل کا درجہ اس کی سابقہ مشکل کی نسبت (جس کو

کہ وہ کامیابی سے حل کر چکا ہے۔ بہت زیادہ اور سخت نہ ہو۔ ایسا کرنے سے بچے میں سوچنے کا حقیقی مادہ پیدا ہو جائیگا۔ اس بات کا لحاظ رکھا جائے۔ کہ اس کی مشکل اس کی قابلیت کے بموجب اس میں زیادہ سے زیادہ سوچنے کا مادہ پیدا کرنے کے قابل ہو۔ اگر لڑکا کسی مشکل کو محسوس نہیں کرتا۔ تو وہ سوچنے کے قابل نہیں ہوگا۔ کوئی شخص اس وقت تک نہیں سوچتا۔ جب تک کہ اسے حقیقی مشکل سے سامنا کرنا نہیں پڑتا +

گیارھواں باب

تعلیم کس حالت میں جزو زندگی بن سکتی ہے اور مؤثر ہو سکتی ہے

ہم نے یہ دیکھ لیا ہے۔ کہ سب سے زیادہ کارآمد تعلیم کا زندگی کے مسائل کے ساتھ کس قدر گہرا تعلق ہے۔ حقیقت میں کسی بشر کو زندگی کے مسائل سے سکول کی تعلیم ختم کرنے پر ہی واسطہ نہیں پڑتا اس وقت بھی وہ زندگی کے اصلی کاموں میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اچھے سکولوں میں طلبہ کو زندگی کے ایسے کام کرنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ جن سے ان کو بعد ازاں واسطہ پڑیگا۔ سکول میں مستقبل کی زندگی کے لئے صرف خیالی تیاری نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ زندگی کے اصلی مسائل کے حل کے لئے ابھی سے تربیت ہونی چاہئے۔ سب سے اعلےٰ تعلیم وہ ہے جو جبلی ہو۔ یعنی لڑکے کی زندگی میں گھر کر جائے۔ محض بیرونی تعلیم جو زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ اچھی تعلیم نہیں کہلائی جا سکتی +

جبلی تعلیم سے کیا مراد ہے۔ میں اسے واضح کرنے کے لئے اپنے ملک کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ جہاں ریڈیو (Radio) کا علم رواج ہے۔ تقریباً ہر ایک لڑکا جس کی مالی حالت اچھی ہو۔ اپنا ریڈیو کاسٹ (Radio-set) خود بناتا ہے۔ دور دراز کی جگہوں کے پیغام حاصل کرنے کے لئے اپنا آلہ آپ بنانے میں فخر محسوس کرتا ہے۔ جب اسے کوئی مشکل پیش آتی ہے۔ تو اسے حل کرنے کے لئے وہ اور واقفیت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس آلہ کی تیاری کے متعلق اس لڑکے کی تعلیم جبلی (اندرونی) ہوگی اپنی دلی خواہش کو پورا کرنے کی غرض سے وہ اسے سیکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ اس لڑکے نے کس قدر تعلیم حاصل کی ہے۔ وہ خود کس قدر جان سکتا ہے۔ آیا اس نے کچھ سیکھ لیا ہے۔ یا نہیں؟ صرف یہ دریافت کرنے سے کہ آیا اس کا آلہ کام کرتا ہے یا نہیں؟ جبلی تعلیم عمل کرنے یا جاننے کے ان طریقوں پر مشتمل ہے۔ جو ہم ایسے کام کے کرنے سے حاصل کرتے ہیں۔ جس کی ہمیں۔ اپنی زندگی میں ضرورت ہوتی ہے۔

ہندوستان میں آنے سے پیشتر میں نے ریڈیوں

کی بابت سنا تھا۔ لیکن مجھے یہ بالکل معلوم نہ تھا۔ کہ آنہ کیا ہوتا ہے۔ اور ایک روپیہ میں کس قدر آنے ہوتے ہیں۔ اس وقت مجھے اس علم کے عملی استعمال کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ لیکن بمبئی میں پہنچ کر مجھے خرید و فروخت کرنے اور اپنے آپ کو دھوکے سے بچانے کے لئے اس علم کی ضرورت پڑی۔ چونکہ میری ذاتی ضرورت نے مجھے یہ علم حاصل کرنے کی رغبت دلائی۔ لہذا میری تعلیم جبلی بن گئی۔ موقع کی ضرورت کے مطابق میرا علم زیادہ وسیع اور درست ہوتا گیا +

جب میں بارہ سال کی عمر کا تھا۔ تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی کو انگریزی سکول کے پیمانے یاد کرانے شروع کئے اس نے پونڈ یا شلنگ یا پنس کا سکہ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے ان کے متعلق کچھ باتیں یاد کرلی تھیں۔ لیکن وہ ان سکوں کی اصلیت اور اہمیت سے بالکل ناواقف تھا۔ سکول کے پیمانے اس کے لئے خالی الفاظ اور ہندسوں کا مجموعہ تھے۔ چونکہ وہ ان کے استعمال سے ناواقف تھا۔ لہذا اس کی تعلیم بالکل بیرونی تھی۔ جتنی زیادہ ہماری تعلیم اندرونی یعنی جبلی ہوگی۔ اتنی ہی زیادہ اچھی ہوگی۔ کسی تعلیم کا اندرونی یا بیرونی ہونا لڑکے

کی ذات پر اور اس کی ضرورت کے احساس پر منحصر ہے - نہ کہ مدرس پر *

میں جبلی یعنی اندرونی تعلیم کی ایک اور مثال دیتا ہوں - یہ واقع امریکہ کے ایک دیہاتی سکول سے تعلق رکھتا ہے - جس میں جدید طریقوں کے مطابق کام کیا جاتا تھا - مسٹر کولنگز (Collings) نے اس کا ذکر اپنی کتاب "پروجیکٹ نصاب کا ایک تجربہ An Experiment with the Project Curriculum) میں کیا ہے۔

اس سکول میں دو استاد اور 43 لڑکے تھے - لڑکوں کی جماعت بندی کرنے کی بجائے انہیں تین گروہوں میں تقسیم کیا ہوا تھا - ایک دن ایک لڑکے نے سوال کیا - مسٹر سمتھ کے گھر میں تپ محرقہ سے اس قدر اموات کیوں واقع ہوئی ہیں؟ لڑکے تپ محرقہ کے متعلق بہت کچھ جاننا چاہتے تھے - چنانچہ وہ اکٹھے ہوئے اور ان سائیکلوپیڈیا یعنی مخزن العلوم (Encyclopædia) میں سے کچھ واقفیت حاصل کی - ان کی یہ بھی خواہش تھی - کہ مسٹر سمتھ کے گھر کا مشاہدہ کر کے اس کے متعلق ذاتی واقفیت بھی حاصل کریں - چنانچہ انہوں نے مسٹر سمتھ سے اس مطلب کی اجازت مانگی - جو اس نے بخوشی تمام دیدی - جب وہ اس کے گھر میں

گئے۔ تو اُنہوں نے یہ دریافت کیا۔ کہ آیا بیرونی سطح کا پانی تو کوئیں میں نہیں جاتا۔ ایسی حالت میں بہت سی بیماریوں کے پیدا ہونے کا امکان تھا۔ مسٹر سمتھ نے ان کو دکھلایا۔ کہ اس کا کوآں اُونچی زمین پر واقع تھا۔ اور بیرونی سطح کا پانی اندر نہیں جا سکتا۔ اس پر وہ اس نتیجہ پر پہنچے۔ کہ پانی کا اس بیماری سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر اُنہوں نے اس سے دودھ کے حاصل کئے جانے کے متعلق دریافت کیا۔ مسٹر سمتھ نے جواب دیا۔ کہ اس کے خاندان میں دودھ استعمال نہیں کیا جاتا۔ لہذا اُنہوں نے اس امر کو بھی نظر انداز کر دیا۔ پھر انہوں نے اس کی ٹٹیوں کا مشاہدہ کیا۔ اور وہاں بہت سی مکھیاں پائیں۔ اُنہوں نے یہ بھی دیکھا کہ گھر کی کھڑکیوں پر کوئی جالی نہ تھی۔ اور مکھیاں بے شمار تعداد میں گھر کے ارد گرد اُڑ رہی تھیں یہ حالت دیکھ کر وہ اس نتیجے پر پہنچے۔ کہ مکھیاں تپ محرقہ کے جراثیم انسانی فضلہ سے مسٹر سمتھ کی خوراک پر لے جاتی تھیں۔ لڑکے سکول کو واپس گئے اور اپنی تفتیش کے متعلق مکمل رپورٹ کی۔ اس کے بعد وہ کئی دفعہ مسٹر سمتھ کے گھر گئے۔ اور جالی لگانے کے متعلق اس سے تجاویز

گیں ۔ وہ ایک پڑوسی کے گھر کو بھی گئے ۔ جہاں نئی جالی لگائی گئی تھی ۔ اس مکمل واقفیت حاصل کرنے کے بعد اُنہوں نے مسٹر سمتھ کے گھر کا نقشہ مرتب کیا ۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ۔ کہ کس کس جگہ جالی لگانے کی ضرورت ہے ۔ کس قدر میخیں اور دیگر سامان درکار ہے ۔ اور کیا لاگت آئیگی ؛

تین سال تک اس قسم کی موثر تعلیم دینے سے سکول کی حالت میں کیا تبدیلی واقع ہوئی ۔ اصلی اعداد و شمار سے یہ دریافت کیا گیا ۔ کہ اس علاقے کے دیگر آدمیوں کی نسبت سکول کے طلبہ کے والدین بیماریوں میں کم مبتلا ہوئے ۔ معلموں نے فیصلہ کر لیا ۔ کہ علیحدہ علیحدہ مضامین پڑھانے کی بجائے سکول کی تمام تعلیم ایسے حل طلب معمّوں کے ذریعہ دی جائے ۔ جن کا کہ لڑکوں کی زندگی کے ساتھ گہرا تعلق ہو ۔ سائنٹیفک طریقوں کے مطابق پڑتال کرکے معلوم کیا گیا ہے ۔ کہ اس سکول کے لڑکے حساب ہجے ۔ لکھائی ۔ پڑھنا اور تواریخ میں دیگر مقامی سکولوں کے لڑکوں کی نسبت قدرے اچھے پائے گئے ۔ لیکن جغرافیہ میں وہ بدرجہا ان سے بہتر تھے ۔ ان بچوں کی ذاتی ضروریات نے ان کی تعلیم پر نہایت گہرا اثر ڈالا ۔ دیگر ہمسایہ

سکولوں کے لڑکوں کی نسبت اس سکول کے لڑکے اخبارات کا زیادہ مطالعہ کرتے تھے۔ اُنہوں نے اپنے والدین کو خانگی اور زراعتی کاموں میں کم محنت کرانے والے طریقے سکھائے علاوہ بریں سکول کی حاضری 70 سے 100 فی صدی کے قریب ہو گئی - اس علاقہ کا ہر ایک لڑکا سکول میں داخل ہو گیا +

99 فیصدی کے قریب لڑکے وقت کے پابند ہو گئے - ہر ایک لڑکا آٹھویں جماعت کا امتحان پاس کرنے کے بعد ہائی سکول میں داخل ہوُا - اس سے پیشتر مڈل کا امتحان پاس کرنے والوں میں سے صرف ایک چوتھائی ہائی سکول میں داخل ہوتے تھے - اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے - کہ کس طرح اصلی یا صحیح تعلیم عام زندگی میں ممد ثابت ہوتی ہے +

اس میں کوئی شبہ نہیں - کہ ہمارے سکولوں میں بہت سا کام علم النفس کے بنیادی سکولوں کے خلاف کیا جاتا ہے - لڑکوں کو اپنے لئے سوچنے سے روکا جاتا ہے - زیادہ تعداد اس قسم کے سکولوں کی ہے اگر نصاب کے مختلف مضامین کو لڑکوں کے لئے مُوثر بنایا جائے - تو پھر کیا نتیجہ نکلے؟ اگر تعلیم کو لڑکوں کی ضروریات زندگی سے منسوب کیا جائے -

تو سب سے اوّل یہ نتیجہ نکلیگا۔ کہ علم منطق کی رو سے مختلف مضامین کی جو جُدا گانہ تقسیم کی گئی ہے۔ جاتی رہیگی۔ زندگی میں اس قسم کی منطقی تقسیم کی کوئی وقعت نہیں۔ زندگی کے بہت سے سوالوں کو حل کرنے کے لئے نئے طرز عمل کی ضرورت ہے۔ اور تکمل حل کے لئے مختلف مضامین سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے۔ کسی ایک واحد مضمون سے کام نہیں چل سکتا +

آؤ اب ہم یہ دیکھیں۔ کہ تاریخ کی کِس قسم کی تعلیم زندگی کا جزو بن سکتی ہے۔ چند روز ہوئے مَیں ایک شخص کا بیان پڑھ رہا تھا۔ جس نے بطور ممتحن تاریخ کے بہت سے پرچوں کو درست کیا تھا۔ اس نے ایک ایسے لڑکے کا ذکر کیا۔ جس نے شیر دل رچرڈ Richard the Lion-hearted کے حالات کو بُز دل رچرڈ ثانی (Richard II) کے حالات سے خلط ملط کر دیا تھا۔ ممتحن لڑکے کے اس مغالطہ کو عجب مضحکہ انگیز امر سمجھتا تھا۔ لیکن جس سکول کے طلبہ اس قسم کی غلطیاں کرتے ہیں ان میں نقص یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ لڑکوں میں سوچنے کا مادہ پیدا کرنے کی بجائے انہیں کسی بات کو طوطے کی طرح از بر یاد کرنے پر زور دیتے ہیں +

اگر ہم چاہتے ہیں۔کہ تاریخ سے کوئی فائدہ اُٹھایا جا سکے۔ تو ضروری ہے۔کہ بچے اس کا خود استعمال کریں۔ انہیں اس کے استعمال کرنے کی مشق کرانی ضروری ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔کہ اپنی بعد کی زندگی میں لڑکا از روئے تاریخ سوچ سکے۔تو اسے اب سے ہی تاریخی نکتہ خیال سے سوچنے کی مشق دلائی جائے۔بہت سے لوگ محض اس وجہ سے تاریخی واقعات کے سن اور ان کے مختصر حالات یاد کر لیتے ہیں۔کہ لوگ انہیں یہ نہ کہیں۔کہ انہیں تاریخ سے کوئی واقفیت نہیں۔ حقیقت میں تاریخ کا فائدہ اس سے بدرجہا زیادہ ہے۔تاریخ جاننے سے یہ مراد ہے۔کہ لوگوں کے سابقہ تجربہ کو استعمال میں لا کر ہم زمانہ حال کی ضرورت کا حل سوچنے کے لئے اچھی طرح سے غور کر سکیں۔ تاریخ کے ذریعہ ہم زمانہ ماضی کے لوگوں کے پرانے اور بار بار دُہرائے ہوئے تجربوں کا زمانہ حال کے لوگوں کے تجربوں اور رویہ سے تعلق پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ اگر ہم یہ کرنے کے قابل نہیں۔ تو ہمارا رویہ تاریخ کی تعلیم کے مطابق نہیں کہا جا سکتا۔ ہم اپنے سکولوں میں تاریخ کی تعلیم کو لڑکوں کے رویہ سے کوئی تعلق نہیں دیتے۔ ہم تاریخ محض اسلئے پڑھاتے ہیں

کہ لڑکے کسی امتحان کو پاس کر سکیں۔ اس واسطے
نہیں۔ کہ تاریخی واقعات سے واقف ہوکر وہ اپنے
رویہ میں کوئی تبدیلی پیدا کر سکیں۔ جس وقت تاریخ میں
زمانہ ماضی کی تاریخ کی بجائے زمانہ حال کی تاریخ پڑھانے
پر زور دیا گیا۔ تو سکولوں کو رائج الوقت سوالوں
اور مسئلوں کی طرف زیادہ توجہ دینی پڑیگی۔ بجائے
اس کے کہ ان تاریخی واقعات کو پڑھائیں۔ جن
کا کہ موجودہ زندگی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ آج کل
دن بدن ہم اس پہلو کی طرف آ رہے ہیں۔ بچے
محض موجودہ مسائل کو سمجھنے کی غرض سے تاریخ
پڑھینگے۔ اس طریقہ سے ان کا مطالعہ زیادہ بافہم ہوگا
اگر تاریخ کا مناسب طریقہ پر مطالعہ کیا جائے۔ تو
آدمی یہ سوچنے کے قابل ہوتا ہے۔ کہ دنیا میں دن
بدن ترقی اور تبدیلی واقع ہو رہی ہے۔ ایسا خیال
جس میں ترقی اور تبدیلی کو پیش نظر رکھا جائے۔
زیادہ کارآمد ہو سکتا ہے۔ بہ نسبت ایسے خیال
کے جس میں ترقی اور تبدیلی کو نظر انداز کیا جائے۔
جس وقت ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ ہندوستان
میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اور اب واقع ہو رہی
ہے۔ تو اس حالت میں ہم اپنے ملک کے لئے
زیادہ کارآمد ثابت ہو سکتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ

یہ خیال کریں - کہ یہ ملک بالکل ساکن رہا ہے - اس
میں تبدیلی واقع ہوتی رہیگی - ہمیں ان طریقوں کا جن
کے ذریعے تبدیلی واقع ہوئی - اور جن کی رو سے آج
تبدیلی واقع ہو رہی ہے - غور کرنا چاہیئے تاریخ کا
پڑھنا تبھی مؤثر ہو سکتا ہے - جبکہ ہمارا رویہ اصول
تاریخ کے مطابق ہو +

کسی علم کی شاخ کے نفس مضمون کو یاد کرنے میں
وقت صرف کرنا تب ہی کار آمد ہو سکتا ہے - جب
اُس کے یاد کرنے سے ہمارے رویہ میں کوئی تبدیلی
واقع ہو جائے - کیا آپ نے اپنا رویہ حساب کے
اصول مطابق کر لیا ہے - ہاں - جس وقت آپ سے
سوال کیا جائے - کہ سات ضرب تین کتنے ہوتے ہیں -
تو آپ جواب دیتے ہیں - اکیس - یہی آپ کا رویہ
از روئے حساب ہے - یہ کس وقت کہا جا سکتا ہے
کہ فلاں شخص نے حساب سیکھ لیا ہے ؟ صرف اسی
وقت جبکہ انسان حساب کے اصول کے مطابق اپنا
رویہ اختیار کرنے کی عادت بنا لیتا ہے - اور
ضرورت کے وقت اس کا فائدہ اُٹھا سکتا ہے - ہجوں کا
یاد کرنا تب ہی لڑکے کے لئے فائدہ مند ہو سکتا
ہے - جبکہ ضرورت کے وقت وہ اپنا رویہ اس قسم
کا اختیار کر سکے - یعنی جبکہ وہ اپنے مضمون اور

چٹھی میں الفاظ کو درست طور پر لکھ سکتا ہے ؎
جغرافیہ کا مدعا لوگوں کو علم جغرافیہ کے مطابق اپنا رویہ اختیار کرنا سکھانا ہے۔ جس وقت میں ہندوستان میں سفر کر رہا تھا۔ تو مجھے ایک جگہ سے دوسری جگہ جانے سے پیشتر کئی دفعہ اپنے دل سے فیصلہ کرنا پڑتا تھا۔ کہ اب کس جگہ کو جاؤں۔ اگر مجھے جغرافیہ کی واقفیت نہیں۔ تو میرا طرز عمل غلط ہوگا۔ میرے لئے یہ جاننا نہایت ضروری ہے۔ کہ جائے وقوع کے لحاظ سے مختلف صوبوں کا آپس میں کیا تعلق ہے۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ میں کس طرح جا سکتا ہوں۔ اس طرح سے مجھے اپنا رویہ علم جغرافیہ کے مطابق اختیار کرنا پڑیگا۔ جغرافیہ پڑھاتے وقت یہ خیال نہیں رکھا جاتا۔ کہ لڑکے غیر ممالک کے لوگوں کے حالات میں نہ صرف دلچسپی ہی لیں۔ بلکہ ان کی زندگی کو اچھی طرح سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ مثلاً ملک چین کے جغرافیہ کی پُرانی کتابوں میں اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ چینی سؤر کی دم اپنی پوشاک میں پہنتے تھے اور چوہے کھاتے تھے۔ جس کا اثر یہ ہوتا تھا۔ کہ لڑکے خیال کرتے تھے۔ کہ چینی بڑے عجیب اور وحشی آدمی تھے۔ یہ پُرانی طرز کا جغرافیہ ہے۔ اب ہم یہ پڑھاتے

ہیں۔ کہ چین میں ایسے لوگ بھی آباد ہیں۔ جن کی آرزوئیں اور خواہشات ہمارے جیسی ہیں۔ وہ بعض باتوں میں ہم سے مختلف ہیں۔ لیکن اختلاف کی بہت سی باتیں بالکل معمولی ہیں۔ اور زیادہ تر رسم و ریت پر مبنی ہیں۔ مختلف ممالک کے بعض اختلافات پر ہمیں غور بھی کرنا چاہیئے۔ ہمیں یہ سوال کرنا چاہیئے۔ کیا فلاں رسم ہر ایک شخص کی راحت کا موجب بنتی ہے۔ یا ان کے لئے تکلیف دہ ہے۔ تاریخ اس بات میں ہماری مدد کرتی ہے۔ کہ ہم زمانہ ماضی کے لوگوں کے ساتھ اپنا تعلق پیدا کریں۔ جغرافیہ اس بات میں مدد کرتا ہے۔ کہ ہم غیر ممالک کے لوگوں کے ساتھ تعلق پیدا کریں +

پڑھنا سکھانے کے ہر ایک معاملہ میں طالب علم میں اپنی رہنمائی آپ کرنے اور اپنی شخصیت کو ترقی دینے کی قابلیت پیدا ہونی چاہیئے +

پڑھنا سیکھنے کا صحیح طریقہ شروع ہی سے زندگی کو بہتر بنا دیتا ہے۔ مگر اس نتیجے کو حاصل کرنے کے لئے لازمی ہے۔ کہ کتاب کا نفس مضمون طالبعلم کی زندگی سے گہرا تعلق رکھتا ہو۔ اور اس میں ایسے سوالوں اور عقدوں کا جواب ہو۔ جن سے کہ لڑکے کو واسطہ پڑتا ہو۔ یہ ضروری ہے۔ کہ پڑھنا با معنی

ہو۔ اگر پڑھنے کا لڑکے کی زندگی سے اصل تعلق ہوگا۔ تو یہ اس کے لئے با معنی ہوگا۔ پڑھنا جتنا زیادہ بچے کے لئے با معنی ہوگا۔ اتنا ہی اس کے لئے بہتر ہوگا۔ جتنا زیادہ طلبہ معنوں کو سمجھینگے۔ اُتنا ہی ان کے لئے فائدہ مند ہوگا۔ اس طرح سے وہ اس معاملہ کو اچھی طرح سے سمجھنے کے قابل ہوجائینگے سکولوں میں پڑھنا سکھانے کے چار طریقے آزمائے گئے ہیں +

(۱) پورانے زمانہ میں انگریزی سکھانے کے لئے حروف تہجی کا طریقہ استعمال کیا جاتا تھا۔ اس میں سب سے بڑا نقص یہ تھا۔ کہ لڑکوں کے لئے تمام پڑھنا بے معنی تھا +

(۲) پھر اس طریقہ میں کچھ اصلاح ہوئی۔ اور حروف تہجی کی بجائے الفاظ سکھانے شروع کئے گئے۔ اکیلے اکیلے حرفوں کی بجائے الفاظ بچے کے لئے زیادہ بامعنی ہوتے ہیں۔ با معنی باتیں بے معنی باتوں کی نسبت جلدی سیکھی جاتی ہیں۔ یہ ایک مسلمہ امر ہے۔ صرف "ب" کی بجائے "بلی" جلدی سیکھا جا سکتا ہے +

(3) اس کے بعد اور ترقی ہوئی۔ تو لفظوں کی بجائے مبتدی کو فقرے پڑھائے جانے لگے +

(۱۰) اس کے بعد علیحدہ علیحدہ فقروں کی بجائے ایک مسلسل کہانی۔ موخر الذکر دونو طریقے الفاظ کے ساتھ پڑھائی شروع کرنے کے طریقہ سے بدرجہا بہتر ہیں۔ کیونکہ یہ زیادہ با معنی ہیں۔ خواہ کسی طریقہ سے مدرس بچّوں کو پڑھنا سکھائے۔ اسے باری باری سے لڑکوں کو الفاظ اور حروف میں کافی مشق کرائی چاہیئے۔ کیونکہ اس نے بچّوں کو قابل بنانا ہے۔ کہ وہ نئے الفاظ خود بخود پہچان سکیں۔ ہندوستان کے بعض سکولوں میں جنہیں مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ لڑکے پہلے باآواز بلند حروف کو پکارتے ہیں۔ پھر الفاظ کو۔ پھر فقروں کو اس کے بعد قرآن شریف کے مسلسل مضمونوں کو۔ وہ آوازوں کو ان کا مطلب سمجھنے کے بغیر ہی پکارنے لگتے۔ ایسے لڑکوں کی نسبت وہ لڑکے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ جو ایک قابل اُستاد کی رہنمائی میں ایک سادہ اور عمدہ کتاب کو پڑھنا شروع کرتے ہیں۔ جس کے معنی وہ اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ بعض لڑکے پڑھنے میں اصلی شوق لیتے ہیں۔ وہ نئے الفاظ کو پہچاننے اور ان پر دسترس حاصل کرنے میں زیادہ قابل بنتے جاتے ہیں۔ تمام عرصہ وہ کوئی نہ کوئی

دلچسپ بات پڑھتے ہی رہتے ہیں۔ اس طریقہ سے وہ بہت جلد پڑھنا سیکھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ ان کو غیر دلچسپ چیزوں کے پڑھنے کے لئے مجبور کیا جائے۔ اور معنوں پر کوئی زور نہ دیا جائے۔ معنوں پر زور دینے سے نہ صرف ہم بچے کو جلدی پڑھنا سیکھنے کے قابل بناتے ہیں۔ اور علم کو اس کے لئے زیادہ اصلی بناتے ہیں۔ بلکہ اس طرح ہم ان میں سوچنے کا مادہ بھی پیدا کرتے ہیں۔ اگر کوئی بات جسے وہ سیکھ رہے ہوں۔ بچوں کی ذات کے لئے اصلی اور مؤثر ہوگی۔ تو ان میں سوچنے کی قابلیت زیادہ پیدا ہوگی +

تیسرا حصّہ

منصُوبوں کے ذریعے تعلیم

بارھواں باب

اپنے منصُوبوں کے ذریعے لڑکے کیا سیکھتے ہیں

سب سے پہلے ہم نے سیکھنے کے عمل کے متعلق کچھ باتوں پر غور کیا تھا۔ پھر زندگی اور تعلیم کے تعلق پر بحث کی اب ہم نے یہ دیکھنا ہے۔کہ منصُوبوں کے ذریعے کس طرح تعلیم حاصل ہو سکتی ہے۔دماغی یکسوئی کا ذکر کرتے وقت ہم نے اس سوال پر قدرے غور کیا تھا۔ اب ہم اس سوال پر سکول کے نقطۂ نگاہ سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بحث کرینگے۔

اگر بچے سکول میں اپنے منصُوبوں کو پورا کرنے

کی کوشش کریں۔ تو وہ کس قسم کی تعلیم حاصل کرینگے۔ میں پہلے لڑکیوں کی ایک جماعت کی مثال دونگا۔ جن کو یورپین تاریخ ان کے مضمونوں کے ذریعے پڑھائی گئی تھی۔ لڑکیوں کی اوسط عمر 15 سال کے قریب ہوگی اُستاد کا نام ہیچ (Hatch) ہے اس نے اس مضمون پر ایک کتاب بھی لکھی ہے۔ جس کا نام Teaching citizenship by practising citizenship—Scribners New York. .... ہے۔ یعنی شہریت کو عملی طریقوں سے پڑھانا۔ اُس نے پہلے ایسے مضامین کی فہرست بنائی جن کا رائج الوقت یورپین ہسٹری کے ساتھ تعلق تھا۔ ایک مضمون آئر لینڈ کے مسئلے کے ساتھ تعلق رکھتا تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے۔ جبکہ انگلستان اور آئر لینڈ کے درمیان اس بات پر کشمکش جاری تھی۔ کہ انگلستان کو آئرلینڈ کے ساتھ کیسا سلوک کرنا چاہئیے۔ جونہی لڑکیوں نے مضامین کی فہرست کو پڑھا۔ ایک لڑکی نے کہا کہ "ہم آئر لینڈ کے مسئلے پر غور کرنا چاہتی ہیں۔ آؤ اسے پہلے شروع کریں"۔

مسٹر ہیچ نے کچھ دیر غور کرنے کے بعد یہ محسوس کیا۔ کہ اس کی جماعت میں زیادہ تر ایسی لڑکیاں ہیں۔ جو آئرش اور انگلش نسل سے تعلق

رکھتی ہیں۔ وہ اس بات سے ڈر گیا۔ کہ اگر ایسی
لڑکیوں کے روبرو آئرش مسئلے پر غور کرنا شروع کر
دیا گیا۔ تو لڑکیوں میں آپس میں لڑائی ہو جائیگی۔
لہذا اس نے جواب دیا۔ کہ اس سوال پر بحث کرنا
مناسب نہیں۔ لیکن جوں جوں اُستاد اس سوال کے
بر خلاف بولتا تھا۔ لڑکیاں اسی پر غور کرنے کے
لئے اصرار کرتی تھیں۔ آخر کار اُستاد بھی رضامند
ہوگیا۔ آئرش مسئلے میں اُنہوں نے یہ فیصلہ کرنا
تھا۔ کہ انگلستان کو آئرلینڈ کے ساتھ کیسا سلوک
کرنا چاہیئے۔ مسٹر ہیبج نے جماعت کو مخاطب کرکے
کہا۔ اس سوال پر غور کرنے کے لئے سب سے
پہلے تمہیں کیا کرنا چاہیئے۔ طلبا نے محسوس کیا۔ کہ
انہیں اس سوال سے مطلق کوئی واقفیت نہیں۔ نہ
انہیں یہ معلوم تھا۔ کہ یہ سوال پیدا کیوں ہؤا۔ جب
وہ کچھ دیر اس سوال پر گفتگو کر چکے۔ تو اُنہوں نے
فیصلہ کیا۔ کہ اس سوال کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے
آئرش مسئلے کی تاریخ کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ پھر
یہ سوال پیدا ہؤا۔ کہ آئرش مسئلے کی صحیح تاریخ معلوم
کرنے کے لئے انہیں کونسی کتاب پڑھنی چاہیئے۔
ایک طالب علم نے ایک کتاب کا نام لیا۔ لیکن
دوسروں نے کہا۔ کہ اس میں اس سوال کو مختصر

پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ ایک بچے نے ان سائیکلوپیڈیا
برٹینیکا (Encyclopædia Britannica) کا نام لیا۔
(کتاب مخزن العلوم جو انگلینڈ میں چھپی ہے۔) لیکن
ایک لڑکی نے اعتراض کیا۔ کہ اس کتاب میں
انگلستان کی طرف داری کی گئی ہوگی۔ پس کتابوں کی
تلاش میں وہ اپنے گھر اور سکول کی لائبریری کی
کتابوں کی پڑتال کرنے میں مصروف ہوگئیں۔ اب
اُنہوں نے اس سوال کا جواب دینا تھا۔ کہ اس مسئلے
کے جواب کے لئے کونسی کتابیں اور رسالے مناسب ہونگے۔
اس طرح ان کو فہرست کتب (Bibliography) (فہرست کاغذات
و Indices) اور فہرست مضامین (Table of contents)
کے استعمال کرنے میں بہت اچھی مشق ہوگئی۔ اب وہ
اس نکتہ نگاہ سے پڑھنے کے قابل ہوگئیں۔ کہ کسی
کتاب کا کونسا حصہ سوال زیر بحث کے ساتھ تعلق
رکھتا ہے۔ اس تاریخ کے مطالعہ کے ساتھ اُنہوں نے
پڑھنے کا طریقہ بھی سیکھ لیا۔ حقیقت میں بہت
تھوڑے آدمی ہیں۔ جو کسی کتاب کا مطالعہ کسی
ایک سوال کو مد نظر رکھ کر کر سکتے ہیں۔ وہ عموماً
لفظ بلفظ صفحہ بہ صفحہ بے تعلق باتوں کو بھی پڑھنے
میں وقت ضائع کرتے ہیں۔ جب اُنہوں نے یہ دریافت
کیا۔ کہ کونسی کتابوں کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ تو اُنہوں

نے اپنی اپنی رپورٹیں لکھیں - پھر ان سب کو ایک جگہ اکٹھا کر کے مشترکہ رپورٹ لکھی - اور اس کی نظر ثانی کی - حتےٰ کہ آئرش مسئلہ کی تاریخ کے تمام واقعات پر وہ متفق الرائے ہوگئیں - اس طریقہ سے کسی ایک ٹیکسٹ بک کی نسبت انگلستان اور آئرلینڈ کی تاریخ کے متعلق بہت زیادہ واقفیت حاصل کی - بلکہ انہوں نے تاریخ کو ایک اعلےٰ طریقہ سے پڑھا - کیونکہ ایک خاص سوال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے وہ ہمیشہ اپنے سوال پر غور کرنے کی عادی ہو گئیں +

ایک دن اسی بحث کے درمیان لڑکیاں ایک دوسرے سے ناراض ہوگئیں - اور جھگڑ پڑیں - مسٹر ہیچ نے ان کو امریکن قانونی American Constitutional Convention مجلس کے متعلق ایک واقع کا بیان سُنایا - جس میں چھوٹی اور بڑی ریاستیں باہم بُری طرح سے لڑ رہی تھیں - اس موقع پر بنجمن فرنیکلن Benjamin Franklin نے اٹھ کر کہا - معززین - ہمیں اس وقت زیادہ سوچ اور کم جوش کی ضرورت ہے - جوں ہی مسٹر ہیچ نے ان الفاظ کو پڑھا - وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گیا - اس پر ایک لڑکی نے اُٹھ کر کہا - ہمیں بھی اس وقت اسی بات کی ضرورت ہے - چنانچہ اس جماعت کا اصُول عمل ہی یہ بن گیا "زیادہ سوچ اور کم جوش"

اس کے بعد وہ آپس میں کبھی نہیں لڑیں۔ اس ایک واقعہ نے ان کو اچھی طرح سے سکھا دیا۔ کہ کس طرح زیادہ پیچیدہ اور جھگڑا پیدا کرنے والے سوال کو ایک دوسرے سے خفا ہوئے بغیر سوچا جا سکتا ہے۔ یہ ایک ایسا طرز عمل ہے۔ جو بہت سے بالغ بھی نہیں نبھا سکتے +

انہیں اس تحقیقات میں ایک ماہ کا عرصہ لگ گیا۔ اس کے بعد لڑکیاں تین گروہوں میں تقسیم ہو گئیں۔ اور ان تینوں گروہوں کا اس بات پر کوئی اتفاق نہ تھا۔ کہ اب کس سوال پر غور کیا جائے کچھ بحث مباحثہ کے بعد انہوں نے مسٹر ہیچ کی رائے پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ تم مجھے پہلے یہ بتاؤ۔ کہ تمہاری رائے میں اس وقت میرے خیال میں کونسی بات ہے۔ لیکن لڑکیوں کو اس کے خیال کا کوئی علم نہ تھا کیونکہ اس تمام تحقیقات کے دوران میں مدرس نے اپنے آپ کو جان بوجھ کر پیچھے رکھا ہوا تھا۔ ان کے منصوبے کی رہنمائی کرنے کے بعد ان کی تفتیش میں بالکل دخل نہیں دیا تھا +

سال کے خاتمے پر ان لڑکیوں کا دوسرے فریق کے مدرس نے اپنی لڑکیوں کے ساتھ امتحان لیا۔

اس دوسرے فریق کی لڑکیوں کی تمام پڑھائی کتابوں کے ذریعے کی گئی تھی - نئے طریقے سے تعلیم یافتہ لڑکیاں دوسری لڑکیوں کے مقابلے میں ویسا ہی اچھا جواب دیتی تھیں - لیکن ان میں سب سے بڑی خوبی یہ تھی - کہ وہ عملی طور پر فیصلہ کرتی رہی تھیں - سوچتی رہی تھیں - اور واقعات کو عملی شکل دیتی تھیں +

کیا ان لڑکیوں کو اس مضمون کے ساتھ دیرپا شوق پیدا ہوا یا نہیں - دو سال کے بعد ان لڑکیوں میں سے ایک نے کہا - "تمہیں یاد ہے" - جب ہم آئرش مسئلے پر غور کر رہی تھیں - تو میرا اس وقت یہ خیال تھا - میں اس وقت سے ہی مطالعہ کرتی رہی ہوں - اب میں نے اپنے خیال کو تبدیل کر دیا ہے - کیا پرانے طریقے سے پڑھائی ہوئی لڑکیاں دو سال تک اپنے خیال کو یاد رکھ سکتی تھیں - اور وہ اس مضمون میں اپنے مزید مطالعہ کو جاری رکھ سکتی تھیں +

منصوبوں کے ذریعے تعلیم حاصل کرنے کی میں ایک اور مثال دیتا ہوں - یہ واقع موگہ سے تعلق رکھتا ہے جبکہ مجھے چند ہفتے ہوئے وہاں جانے کا اتفاق ہوا - اس سکول میں ہر ایک لڑکے کو زمین کا

ایک ٹکڑہ دیا گیا ہے - جسے وہ خود کاشت کرتا ہے - خود ہی پودے لگاتا ہے - اور خود ہی پانی دیتا ہے - چوتھی جماعت کے چند لڑکوں نے باقی تمام لڑکوں کی پیداوار کو بیچنے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا ہوا ہے - اس سے ان کا مقصد زیادہ نفع اٹھانا تھا - اس دکان کو قائم کرنے کے لئے ان کا منصوبہ بڑا زبردست تھا - کیونکہ وہ اس کی ضرورت محسوس کرتے تھے - انہوں نے یہ دریافت کیا - کہ کس طرح چیزوں کو بیچا جاتا ہے - کس طرح حساب کی کتابیں تیار کی جاتی ہیں - اور کس طرح حساب رکھا جاتا ہے - سکول کے احاطہ میں رہنے والے سب آدمیوں نے لڑکوں کی دکان سے چیزیں خریدنے کا فیصلہ کیا - لڑکوں نے دکان کے لئے ایک ایسے مکان کی ضرورت محسوس کی اور ایک چھوٹا سا کمرہ بنا لیا - جو صرف چھ فٹ مربع تھا - لیکن اس کا دروازہ خوب مضبوط تھا - نوٹس بورڈ پر وہ ایک ہفتہ کے لئے سبزیوں کے نرخ لکھ دیا کرتے تھے - تاکہ ہر ایک آدمی دیکھ سکے - ایک دن ایک لڑکا کچھ مولیاں فروخت کرنے لایا - دن کے خاتمے پر لڑکوں نے کچھ خرابی محسوس کی -

کیونکہ بہت سی مولیاں گم ہو گئیں تھیں۔ زیادہ
تفتیش کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ دکان کا کام کرنے
والے لڑکوں میں سے ایک نے کچھ مولیاں کھا لی تھیں
تب تمام جماعت نے اس لڑکے کے معاملے پر
غور کرنے کے لئے اپنی میٹنگ کی اور فیصلہ کیا۔
کہ اس لڑکے کو مولیوں کی قیمت کے علاوہ کچھ فالتو
جرمانہ بھی کیا جائے۔ تاکہ اس قسم کا قصور پھر اس
سے سرزد نہ ہو۔ کیا یہ لڑکے بیوپار کا کچھ کام
سیکھ رہے تھے۔ ہاں۔ کیا اُنہوں نے دیانتداری
کو بھی سیکھا۔ کیا اُنہوں نے دیانتداری اور بیوپار
کے تعلق کی ضرورت کو محسوس کیا۔ کیا اُنہوں نے
حساب کتاب رکھنا۔ حساب۔ لکھائی وغیرہ مضامین سے
واقفیت پیدا کی۔ ہاں اُنہوں نے سب باتوں کو
عملی طور سے سیکھا۔ کیا آپ دیکھتے ہیں۔ کہ یہ
لڑکے ان باتوں کو اس وقت اور اس موقع پر سیکھ
رہے ہیں۔ جبکہ ان کے سیکھنے کی خاص ضرورت
محسوس کی جا رہی ہو۔ انہیں ضرورتاً صاف صاف
لکھنا پڑتا ہے۔ تاکہ دوسرے آدمی ان کے لکھے ہوئے کو
اچھی طرح سے پڑھ سکیں۔ کس فیصدی تک وہ اپنے
حساب کو درست رکھنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔
یعنی سو فیصدی مکمل درستی اگر ان کا حساب بالکل

درست نہ ہوگا۔ تو ان کی دکان ناکامیاب ہوجائیگی
میں آپ پر یہ بات واضح کردوں ۔کہ واقعی وہ
درست حساب رکھنا سیکھ رہے ہیں +

چھ مہینے گزرے ہیں اپنے ایک پرانے طالبعلم
سے گفتگو کر رہا تھا ۔ یہ لڑکا ایک ایسے سکول
میں داخل ہؤا تھا ۔ جس میں لڑکوں کے منصوبوں
پر زور دیا جاتا تھا ۔ جب میں نے اس سے اس
سکول کے کام کے متعلق پوچھا ۔ اُس نے کہا ۔
کاش کہ آپ (ایلیمنٹری) پرائمری سکول سے ہوکر
ہائی سکول میں داخل ہونے والے لڑکوں کو خود
دیکھیں ۔ پہلے روز ہی جس وقت وہ لڑکے داخل
ہوتے ہیں ۔ تو آپ محسوس کرینگے ۔کہ سکول میں
ایک خاص تبدیلی واقع ہوئی ہے ۔ لڑکوں نے
اُستادوں کو کیسی با معنی اور تعمیری تجاویز پیش
کیں ۔ اس کے بعد وہ سیدھے بیوپاریوں اور افسران
ریلوے کے پاس مختلف امور کے متعلق نئی واقفیت
حاصل کرنے کے لئے گئے ۔ اس طریقہ سے وہ اپنے
سوال کی تہ پر پہنچتے تھے ۔ خواہ کسی عمر کے
لڑکے کیوں نہ ہوں ۔ اگر وہ اس چیز کو جس کو وہ
کر رہے ہوں ۔ اچھی طرح سمجھتے ہیں ۔ تو وہ اسے
زیادہ جلدی اور اچھی طرح سیکھنے کے قابل ہو سکتے

ہیں۔ جس نسبت سے بچوں کے اشغال با معنی اور با مقصد ہونگے۔ اسی نسبت سے وہ اپنے کام میں ذہانت کا ثبوت دینگے +

جن لڑکوں کو تعلیم ان کے منصوبوں کے ذریعے دی گئی ہو۔ اُن کا امتحانوں میں کیسا نتیجہ نکلتا ہے؟ بہ حیثیت مجموعی وہ ان طالب علموں کی نسبت جنہیں پرانے طریقوں کے مطابق تعلیم دی گئی ہو۔ اچھے نکلتے ہیں۔ ہم امریکہ میں اس قسم کے پبلک امتحان جن کا کہ ہندوستان میں زیادہ رواج ہے۔ کم لیتے ہیں۔ ہمارے ہاں لڑکے کی قابلیت کو جانچنے کے لئے سائنٹیفک طریقہ سے آزمائش کرنے کے مختلف طریقے اور پیمانے مقرر ہیں۔ ان طریقوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو لڑکے اپنے کام کو کرتے وقت کسی زبردست منصوبے کو مد نظر رکھتے ہیں۔ وہ اُن لڑکوں کی نسبت جن کا کوئی منصوبہ نہ ہو۔ زیادہ اچھے نکلتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ خوبی یہ ہے کہ اوّل الذکر لڑکے اُن آزمائشوں میں زیادہ کامیاب نکلتے ہیں۔ جن کا کہ انہیں اپنی زندگی میں مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ وہ زندگی کی جد و جہد کے لئے زیادہ قابل ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ سکول کی زندگی میں ایسی باتوں کی مشق کرتے رہے ہیں۔ جو ان کی زندگی کے ساتھ

تعلق رکھتی ہیں۔ وہ لڑکے جنہیں محض کتابی تعلیم دی گئی ہو۔ زندگی کے متعلق اپنی واقفیت تو پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن دوسری قسم کے لڑکے۔ نہ صرف زندگی کے متعلق واقفیت پیدا کرتے ہیں۔ بلکہ زندگی کے کاموں میں خود حصّہ لیتے ہیں۔ کام سب سے بہتر معلم ہے +

بعض آدمی یہ اعتراض اُٹھاتے ہیں۔ اگر آپ اپنے لڑکوں کو سکول میں اپنے ارادوں کے مطابق کام کرنے کی اجازت دینگے۔ تو کیا ان کا علم باقاعدہ کسی ترتیب میں ہوگا۔ یا محض ٹوٹا پھوٹا اور بے ربط۔ میں اس کا جواب دینے کے لئے آپ سے یہ سوال کرتا ہوں۔ کہ آپ کی تاریخی واقفیت کو منطقی ترتیب کس طرح دی گئی تھی۔ میرے خیال میں اس ترتیب کا عمل غالباً اسی طرح سے واقع ہوا۔ جس طرح کہ میری حالت میں واقع ہوا۔ پہلے پہل بچپن کی حالت میں میں لوگوں کو ان باتوں کا ذکر کرتے۔ سنتا تھا۔ جوکہ ان کے بچپن کے زمانہ میں ہوئیں تھیں۔ اس کے ساتھ ہی میں یسوع مسیح کی بابت سُنا کرتا تھا۔ پھر میں اپنے ملک کے بہادروں کے حالات سُننے لگا۔ اس کے بعد میں نے انگلستان یونان روما اور درمیانی

زمانہ کی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ اس وقت میرا تمام علم ٹوٹا پھوٹا تھا۔ مجھے صرف یہ سرسری طور پہ معلوم تھا۔ کہ بعض چیزیں دوسروں کی نسبت پہلے واقع ہوئی ہیں۔ پھر میں اپنے آپ پر یہ سوال کرنے لگا کہ فلاں فلاں وقت کے درمیان کونسا واقع ظہور میں آیا۔ اخیر میں جب مجھے زیادہ مسلسل واقفیت کے استعمال کرنے کا موقع ملا۔ تو میرے تاریخی خیالات کی ترتیب زیادہ بہتر ہوتی گئی۔ جوں جوں میں اپنے علم کو منطقی طریقے سے استعمال کرتا تھا۔ توں توں اُن کی منطقی ترتیب بہتر ہوتی گئی ÷

اس وقت بھی ہمارا علم بڑی حد تک ٹوٹا پھوٹا ہے۔ مثلاً مچھلیوں کے متعلق ہماری واقفیت بہت نامکمل ہے۔ میں نے مچھلیوں کا علم کیسے حاصل کیا۔ اپنے بچپن کے زمانہ میں میں مچھلی کا شکار کھیلا کرتا تھا۔ میں ہر ایسی کتاب کو جو مچھلیوں کے متعلق ہوتی۔ پڑھتا۔ اور ڈکشنری میں مچھلیوں کی تصاویر کا مطالعہ کرتا۔ جغرافیہ اور طبقات الارض کی کتابوں میں بھی میں نے مچھلیوں کا حال پڑھا۔ اگر اس ساری واقفیت کو اکٹھا کیا جائے۔ پھر بھی میری واقفیت مچھلیوں کے متعلق نامکمل اور بے ترتیب ہے لیکن میری اپنی غرض کے لئے یہ کافی اور باترتیب ہے ÷

آؤ ہم اس قسم کی ایک اور مثال لیں۔ ایک ایسے
چھوٹے لڑکے کا خیال کرو۔ جو کہ کسی خاص اتفاق
یا معجزے کی وجہ سے کبھی کسی کتے کے ساتھ نہیں کھیلا
بلکہ اس نے کبھی کسی کتے کی شکل ہی نہیں
دیکھی۔ فرض کرو۔ ایک موقع پر اُسے ایک پالتو
چھوٹے سے سفید کتے کے ساتھ کھیلنے سے بڑی
دل لگی ہوتی ہے۔ اس تجربہ سے وہ کتوں کے
متعلق خاص نتیجے اخذ کرتا ہے۔ مثلاً کتے چھوٹے
چھوٹے سفید جانور ہوتے ہیں۔ جو کاٹتے نہیں۔
وہ خیال کرتا ہے۔ کہ ہر ایک کتے کے ساتھ
بغیر کسی ڈر کے وہ کھیل سکتا ہے۔ اپنی دادی
کے گھر وہ ایک اور کتے کو دیکھتا ہے۔ جو قد
میں چھوٹا اور کھلنڈرا ہے۔ اور رنگ کا کالا ہے
اب اگر آپ اس سے کتوں کے متعلق دریافت
کریں۔ تو قد کے متعلق وہ فوراً یہ کہیگا۔ کہ کتا
ایک چھوٹا سا جانور ہوتا ہے۔ لیکن رنگ کے
بارے میں وہ کہیگا۔ کہ بعض کتے سفید ہوتے
ہیں۔ بعض کالے۔ اس وقت تک اسے یہی خیال
ہے۔ کہ کتے کاٹتے نہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد
اسے ایک زبردست تند خو کتے کو دیکھنے کا اتفاق ہوتا
ہے۔ جو آدمیوں کو کاٹتا بھی ہے۔ اب اگر اس کو

کتوں کے متعلق پوچھا جائے۔ تو وہ جواب دیگا کتے مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض کاٹتے ہیں۔ بعض نہیں کاٹتے۔ بعض چھوٹے ہوتے ہیں۔ بعض بڑے۔ اس کے مختلف تجربوں سے کتے کے متعلق اس کا خیال وسیع ہوتا چلا گیا ہے *

اگر کتوں کے متعلق واقفیت حاصل کرنے سے ہمارا مدعا کتوں کے ساتھ عام تعلق پیدا کرنا ہو۔ تو ان کے متعلق ہماری موجودہ واقفیت ٹوٹی پھوٹی نہیں کہلائی جا سکتی۔ ہماری ضرورت کے لئے یہ کافی ہے۔ لیکن اگر ہماری مراد کتوں کے متعلق کوئی مسلمہ کتاب لکھنا ہے۔ تو اس مقصد کے لئے ہمارا علم نہایت محدود اور بے ترتیب ہوگا۔ اس سے یہ معلوم ہو جانا چاہئے۔ کہ کسی شخص کے علم کا مکمل یا نامکمل ہونا اُس شخص کے مدعا کے مطابق ہوگا۔ اگر طلبہ ہر ایک درجہ میں اپنے منصوبوں کے ذریعے تعلیم حاصل کریں۔ تو وہ ایسی واقفیت حاصل کر لیتے ہیں۔ جو اس خاص درجہ میں ان کے لئے مفید ثابت ہو۔ اگرچہ یہیں وہ واقفیت ٹوٹی پھوٹی معلوم دے۔ لیکن حقیقت میں اس قسم کی واقفیت ان کے لئے کافی ہے۔ اس واقفیت کے یاد رکھنے

کے وہ زیادہ قابل ہونگے۔ کیونکہ یہ واقفیت بچوں کی کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ اور ان کے اپنے منصوبوں اور تجربوں کی وجہ سے یہ واقفیت ان کی زندگی کا جزو بن گئی ہے +

ہم کسی چیز کا کوئی تجربہ حاصل کرتے ہیں۔ اس تجربہ کی رو سے ہم اس چیز کے متعلق دھندلا سا تصوّر بنا لیتے ہیں۔ بھلا اب یہ بتلائیں۔ کہ اس دھندلے سے تصوّر کا ان چیزوں سے کیا تعلق ہے۔ جن کا ہمیں بعد میں تجربہ ہوتا ہے۔ یہ ابتدائی دھندلا تصور ہمیں بعد کے تجربوں کے لئے تیار کرتا ہے۔ اور ان کو اچھی طرح سے جاننے اور ان کو اچھی طرح سے قابو میں لانے کے لئے ہماری مدد کرتا ہے۔ جس وقت ہم نیا تجربہ حاصل کرتے ہیں۔ تو ہمارے پرانے خیال میں اصلاح واقع ہوتی ہے جیسے کہ وہ دھندلا سا تصوّر کافی طور پر روشن ہو جاتا ہے۔ اس کی مدد سے ہم اس قابل ہو جاتے ہیں۔ کہ دوسرے تجربات سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ہمارا تصور اور بھی زیادہ صاف ہوتا جاتا ہے۔ لیکن اس حالت میں بھی ہمارا اچھے سے اچھا تصوّر مکمّل نہیں کہلایا جا سکتا۔ جوں جوں ہمارا تجربہ وسیع ہوتا جاتا ہے۔ ہمارے تصورات میں آہستہ آہستہ اصلاح

ہوتی جاتی ہے - ہمارا ہر ایک اصلاح شدہ تصوّر ہمیں اپنے اگلے تجربے پر قابو حاصل کرنے کے لئے زیادہ قابل بناتا ہے - یہ بات اس بات کی مزید تائید کرتی ہے - جو ہم اس تعلیم کی اہمیت کے متعلق بیان کر آئے ہیں - جو کہ زندگی کے تجربوں سے حاصل کی جائے - اگر ہمارے خیالات ہمارے تجربوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں - تو وہ ہمارے تجربوں سے تبدیل ہوتے رہتے ہیں - اور وسیع ہوتے جاتے ہیں - ان تمام مثالوں میں جن کا کہ ہم نے ذکر کیا ہے - بچّوں کے منصوبے ان کے تجربوں کو ان کے خیالات کے ساتھ بڑی مضبوطی کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں - منصوبہ زندگی اور علم کو اکٹھے کرنا ہے - منصوبہ علم کی مقدار کو وسیع کرتا ہے - اور اس کی خوبی کو دوبالا کرتا ہے +

تیرھواں باب

اپنے منتخب کردہ منصوبے کس طرح چال چلن کو تعمیر کرتے ہیں

آپ میں سے بعض شاید اس بات کو تسلیم کر لیں۔ کہ منصوبے تعلیم کے حاصل کرنے میں تو مدد دیتے ہیں۔ لیکن یہ تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں۔ کہ اگر طلبہ کو اپنے منصوبے خود منتخب کرنے کی اجازت دی جائے۔ تو اس سے ان کا چال چلن بھی بن سکتا ہے۔ اگر واقعی ایسا طرز عمل اختیار کرنے سے ان کا چال چلن نہیں بنتا۔ تو اس طریقہ سے جتنی بھی نفرت کی جائے۔ بجا ہے۔ تعلیم کا سب سے زیادہ ضروری کام اخلاق کا بنانا ہے۔ سکول کے ہر ایک گھنٹہ میں بچہ اپنا چال چلن بنا رہا ہے۔ یا خراب کر رہا ہے۔ اس وقت ہمارے سامنے یہ سوال ہے۔ کہ "آیا منصوبے چال چلن کے بنانے میں مدد کرتے ہیں یا نہیں" +

اگر طلبہ سکول میں اپنی مچھانی شروع کر دیں۔

تو ان کو روکنے کے دو طریقے ہی ہو سکتے ہیں۔
یا تو دھمکی اور سزا کے ذریعے اُن کو فساد کرنے
سے روکا جائے یا انہیں با ترتیب اور درست
منصوبوں کی مشق کی اجازت دی جائے۔ پہلی
حالت میں کیا وہ نیک بننے کی کوشش کرینگے۔
یا محض سزا سے بچنے کے لئے دور اندیشی سے
کام لینگے۔ زیادہ نقصان کو روکنے کے لئے بعض
اوقات سزا کا دینا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن اس سے
لڑکوں میں نیک عادات پیدا نہیں کی جا سکتیں۔
کیونکہ لڑکے اس بات کی دلجمعی کے ساتھ مشق
نہیں کرینگے۔ اس کے بر عکس اگر لڑکوں کو نیک
منصوبے منتخب کرنے کی ترغیب دی جائے۔ اور
اُن کی تکمیل میں وہ خوشی سے حصّہ لیں۔ تو وہ اس
فعل کی خوشی اور دلجمعی کے ساتھ مشق کرینگے۔
اور اس طرح نیک عادات کو سیکھینگے۔ لڑکوں کو
اخلاقی انتخاب کا موقع دینا اخلاقی تعلیم کے لئے
نہایت ضروری ہے +

آپ میں سے بعض کے دل میں شاید ایک اور
سوال پیدا ہو۔ وہ یہ کہ اگر لڑکوں کو اپنے منصوبے
منتخب کرنے کا موقع دیا جائے۔ تو کیا ان میں فرض
کا احساس پیدا کیا جا سکتا ہے۔ میں آپ سے

پوچھتا ہوں۔ کہ فرض کے احساس سے کیا مراد ہے۔
اس میں دو باتیں شامل ہیں۔ پہلے اس بات
کا خیال۔ کہ ہمیں کیا کرنا چاہیئے۔ دوسرے اس
بات کے خیال کو تکمیل دینے کی کوشش کرنا۔
اگر آپ اپنے لڑکوں میں فرض کا احساس پیدا
کرنا چاہتے ہیں۔ تو انہیں ایسے مواقع دو۔ جن
میں کہ وہ تسکین کے ساتھ اس بات کو کرنے
میں کامیاب ہو جائیں۔ ایسی سخت مشکلات
پیش نہ کی جائیں۔ جن سے اُن کی دل شکنی
ہو جائے۔ اور اُن میں فرض کی طرف سے
لاپرواہی کرنے کی عادت پڑ جائے۔ ایسے مواقع
پیش کرو۔ جن میں اُن کو کامیابی ہو۔ چھوٹے
بچے میں بہت تھوڑی اخلاقی طاقت پائی جاتی ہے۔
بڑے بچے میں زیادہ طاقت ہوتی ہے۔ چھوٹا بچہ
کسی بات کو چند منٹ تک کر سکتا ہے۔ لیکن بڑا
لڑکا چند گھنٹوں تک۔ بعض آدمی اپنی تمام زندگی
بھر ایک ہی بات کو کر سکتے ہیں۔ جوں جوں
کسی بات کے کرنے میں کامیابی ہوتی جاتی ہے۔
توں توں استقلال کی عادت اور مشکلات کو عبور
کرنے کی طاقت انسان میں بڑھتی جاتی ہے۔ ہمیں
بچے کو ایسی بات میں استقلال رکھنے کی عادت سکھانی

چاہیئے۔جس میں کہ کامیابی کا زیادہ امکان ہو۔ اور جتنا ممکن ہو۔اُس میں اس بات کی بابت سوچنے کی عادت ڈالی جائے۔ ناکامیابی کی نسبت اگر اسے کامیابی ہو۔ تو وہ زیادہ مضبوط ہوتا جاتا ہے۔ بعض اوقات معمولی سی ناکامیابی آدمی کو زیادہ محنت سے کام کرنے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ لیکن مکمل ناکامیابی دل شکنی کا موجب ہوتی ہے۔ایسی صورت میں وہ دوبارہ کوشش کا خیال بالکل ترک کر دیگا۔ جب بچّہ کسی بات کے کرنے میں سعی کرتا ہے۔ تو وہ طاقت پکڑتا ہے۔ کامیابی کو حاصل کرنے کے لئے جتنی زیادہ سعی وہ کریگا۔ اتنی ہی جلدی اُس میں فرض کا احساس پیدا ہوگا۔ تمام ناگوار باتوں کی حالت میں بھی یہ بالکل درست ہے ؞

ایک دفعہ مجھے امریکہ میں ایک کھیل کے میدان میں جانے کا اتفاق ہؤا۔ یہاں پانچ اور چھ سال کی عمر کے چند لڑکے چھوٹے ڈبوں کی مدد سے گھر بنا رہے تھے۔ کچھ دیر کے بعد چند لڑکے کھیلنے لگ پڑے۔ ایک لڑکا اپنے گھر میں دروازہ اور کھڑکی لگانے میں مصروف تھا۔ جبکہ دوسرے لڑکے نے اُس کو آواز دی۔ چلے آؤ۔

کھیل میں مشغول ہو جاؤ۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ اور مجھ سے کہنے لگا۔ وہ کھیلتے ہیں۔ اور میں اپنا کام کرتا ہوں۔ وہ لڑکا اپنے کام میں استقلال رکھنا سیکھ رہا تھا۔ اگر آپ اس لڑکے کو یہ سوچنے کا عادی بنا دیں۔ کہ یہ اس کا فرض ہے۔ اور اگر وہ اس کام کے سر انجام دینے میں استقلال سے کام لے۔ تو یہ لڑکا فرض کا احساس سیکھ جائیگا۔

دوسرے لوگوں کا ہماری بابت خیال کرنا اور سوچنا ہمارے چال چلن کے بنانے میں بڑی بھاری مدد کرتا ہے۔ کوئی شخص دوسروں سے علیحدہ ہوکر زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ باپ۔ ماں۔ دوست اور اُستاد اور دیگر لوگوں کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی ہم پر بہت زیادہ اثر ڈالتی ہے۔ میری رائے میں سوسائٹی کا اثر انسان کو اپنا اخلاق بنانے اور فرض کا احساس پیدا کرنے میں بڑی مدد دیتا ہے۔

آپ نے بعض والدین کو اپنے لڑکوں سے یہ کہتے سُنا ہوگا۔ "کہ تمہارا فرض ہے"۔ تمہیں اسے ضرور کرنا پڑیگا۔ کیا ان کا یہ حکم لڑکوں کی تسکین یا رنج کا موجب ہوگا؟ یہ سب لڑکے کی طبیعت پر منحصر ہے۔ اگر اسے رنج کی نسبت تسکین زیادہ ہوتی ہے۔ تو لڑکا اپنے فرض کو سر انجام دینا سیکھ لیگا۔ اگر

اس سے اس کو رنج پیدا ہوتا ہے۔ تو بچہ اپنے فرض کی نا فرمانبرداری سیکھتا ہے۔ اور اسے سرانجام نہیں دیتا۔ بہت سے پرانے خیالات کے آدمی اپنی رائے میں اپنے لڑکوں کو فرض کا احساس سکھا رہے تھے۔ لیکن وہ اس میں ناکامیاب ہوئے۔ بعض اوقات انہوں نے اپنے بچوں میں اس قدر رنج کا جذبہ پیدا کر دیا۔ کہ انہوں نے فرض کے احساس کو بالکل کچل ڈالا +

چال چلن کی خوبی اس میں ہے۔ کہ آدمی میں ناپسندیدہ بات کا مقابلہ کرنے کی قابلیت ہو۔ اور اسے وہ رضامندی سے تکمیل دے سکے۔ ہم کسی ناپسندیدہ بات کو کیوں کرتے ہیں۔ آؤ ہم ایک مثال لیں۔ فرض کرو۔ ہم نے کوئی رپورٹ لکھنی ہے۔ بہت سے اس کو پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ باوجود اپنی ناپسندیدگی کے ہم رپورٹ کیوں لکھتے ہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ اگر ہم رپورٹ نہ لکھیں۔ تو ہماری پوزیشن جاتی رہیگی۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ اپنی پوزیشن کے جانے کے ڈر سے ہماری خودداری میں فرق آ جائے۔ ہر حالت میں رپورٹ کا لکھنا اس لئے ضروری ہے۔ کہ ہم اپنی پوزیشن کو اچھی حالت میں قائم رکھ سکیں۔

یہی وجہ ہے - کہ ہم بعض اوقات نا پسندیدہ بات کو بھی کرنے پر تیار ہوتے ہیں - ہم یہ اس واسطے کرتے ہیں - تاکہ اس بات کو حاصل کر سکیں - جس کی ہمیں خواہش ہے - فرض کرو - کوئی شخص اپنی پوزیشن کا مطلق کوئی خیال نہیں رکھتا - اگر یہ شخص رپورٹ لکھنے کے کام کو بُرا خیال کرے - تو وہ ہرگز نہیں لکھیگا +

آؤ ہم ایک اور مثال لیں - میں نے ایک دفعہ امریکہ میں ایک عورت سے پوچھا - تم اپنے گھر کو صاف کرنے اور برتنوں کو دھونے کی مشقت کیوں اُٹھاتی ہو - اس نے جواب دیا - اس واسطے کہ میں اپنے گھر اور برتنوں کو صاف حالت میں دیکھنا چاہتی ہوں - اس کا منصوبہ بڑا وسیع تھا - وہ اسے ناپسندیدہ باتوں کے کرنے کے بغیر حاصل نہیں کر سکتی تھی +

میں ایک بچے کی ایک اور مثال پیش کرتا ہوں - جو ایسی بات کرنے میں مشغول ہے - جو اس کے لئے مشکل ہے - بعض اُستاد یہ کہتے ہیں - کہ فلاں لڑکا پیانو (Piano) بجانا پسند نہیں کرتا - لیکن میں اسے پیانو ضرور سکھا دونگا - جس وقت وہ اسے بجائیگا تو اسے اس میں شوق پیدا ہو جائیگا - عام طور پر اس فعل میں دو اصول دیکھے جا سکتے ہیں - ایک تو

جبر کی وجہ سے رنج کا پیدا ہونا۔ دوسرا سیکھنے کے عمل سے کامیابی اور خوشی کا حاصل ہونا۔ کیا وہ خاص لڑکا پیانو (Piano) بجانے میں شوق لینے لگ پڑیگا یا نہیں۔ کیا تمام بچے پیانو بجانے میں دلچسپی لیتے ہیں۔ نہیں؟ سارے تو نہیں۔ لیکن بعض ضرور لیتے ہیں۔ کس وقت وہ پیانو بجانے میں دلچسپی لینگے؟ صرف اسی وقت جبکہ رنج کی نسبت اُن کے دل میں کامیابی اور خوشی کا جذبہ زیادہ موج زن ہو۔ بچے نفرت کس صورت میں کرینگے۔ صرف اُس وقت جبکہ اُن کی کامیابی اس قدر معمولی ہے۔ کہ جبر کی وجہ سے وہ رنج کو زیادہ محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح بچے اپنے فرض کو سر انجام دینا اُس وقت سیکھتے ہیں۔ جبکہ اُس کے سر انجام دینے میں اُنہیں کامیابی نصیب ہو +

بہت سے ملکوں میں نو جوان لڑکے اپنے بزرگوں کے احکام کی اندھا دھند تعمیل کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ ہر ایک حکم کی دلیل طلب کرتے ہیں جب تک اُن کی تسلی نہ کی جائے۔ وہ حکم کی تعمیل نہیں کرتے +

اس صورت میں جبر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ صرف ترغیب ہی سے کام نکل سکتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ہمیں اخلاقی تعلیم دینے کے لئے بالکل

نئے طریقے اختیار کرنے چاہئیں۔ پرانے زمانہ کی حاکمانہ اور مستبدانہ طریقہ کی اخلاقی تعلیم کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتی ۔ پس ہمیں اپنے بچوں کو اسی حالت میں ہی لینا چاہئے۔ جس حالت میں کہ وہ ہمارے پاس آتے ہیں۔ انہیں اپنے منصوبوں کی پیروی کرنے کی اجازت دی جائے۔ لیکن رفتہ رفتہ ان کو وسیع کیا جائے۔ اور ان کی اصلاح کی جائے۔ تاکہ باوجود مشکلات اور رکاوٹوں کے وہ اپنے مفید مدعاؤں کو پورا کر سکیں۔ مشقت کرنا سکھانے کی بجائے جیسا کہ ہم اکثر کرتے ہیں۔ ہمیں سخت اور مشکل کام اس طریق سے سکھانے چاہئیں۔ کہ بچہ اپنے منصوبے کی تحریک سے متاثر ہو۔ اس طریقہ سے ان میں فرض کا اصلی احساس پیدا ہوگا۔ اور ان کا چال چلن مضبوط بنیگا ۔
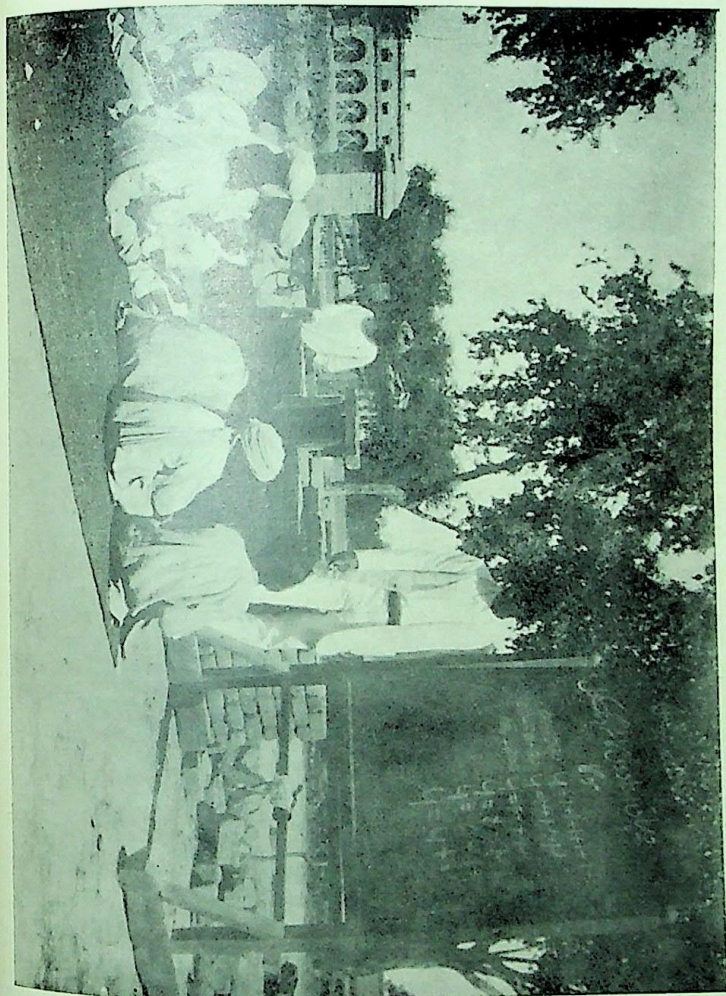
چودھواں باب

تعلیم میں پروجیکٹ سے کیا مُراد ہے

لفظ پروجیکٹ سے ہماری کیا مراد ہے؟ اب تک اس لفظ کو ہم نے شاید ہی استعمال کیا ہو۔ ہمیں کسی چیز کے نام کے پیچھے نہیں جانا چاہیئے۔ صرف یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ اس لفظ کی اصلیت کیا ہے۔ کیا تعلیم حاصل کرتے وقت لڑکوں کی دماغی یکسوئی (Mind set) قائم ہے۔ کیا سکولوں میں علم النفس کے اصولوں کو استعمال میں لایا جاتا ہے؟ کیا تعلیم کا زندگی کے ساتھ اصلی تعلق ہے؟ پروجیکٹ کے ذریعے ہم ان سوالوں کا مثبت میں جواب دے سکتے ہیں۔ پروجیکٹ ان تمام قیمتی خیالات کو جن پر ہم ان صفحوں میں بحث کرتے آئے ہیں۔ استعمال میں لاتا ہے۔ پروجیکٹ کسی ایسے منصوبے کو کہتے ہیں۔ جو ارادتاً اور دلجمعی کے ساتھ منتخب کیا گیا ہو۔ اور اسے قدرتی حالات میں سر انجام دیا جائے۔

پروجیکٹس کی کئی اقسام ہیں۔ لیکن ہر ایک میں ایک ضروری عنصر موجود ہوتا ہے۔ یعنی لڑکا اپنے کام

کے سر انجام دینے میں خاص مقصد رکھتا ہے۔ اس کا تمام دماغ اس مقصد کے حاصل کرنے پر تلا ہؤا ہوتا ہے۔ ہم پچھلے صفحوں میں واضح کر آئے ہیں۔ کہ تعلیم کو اچھی طرح سے حاصل کرنے کے لئے بچوں اور بالغوں کی دماغی یکسوئی کیسی ضروری ہے۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ کسی اچھے کام کے لئے ہمارا دماغ پوری طرح تیار ہو۔ اور اُس کی تکمیل کے لئے ہمیں تسکین اور راحت حاصل ہو۔ اس کے برعکس اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ مزاحمت کرنے والے کاموں سے نفرت پیدا ہو۔ اور دماغ ان کی طرف بالکل رجوع نہ ہو۔ اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہماری تحصیلات بالواسطہ بہت اعلٰے قسم کی ہوں۔ تو یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ سیکھنے والے کا ارادہ نہایت مضبُوط ہو۔

پروجیکٹ کی صرف یہی ایک کسوٹی ہے۔ ایسے مقصد کو مختلف سمتوں میں سے کسی ایک کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔ ان کی چار بڑی قسمیں ہیں:۔

پہلی قسم میں ایسے پروجیکٹس آتے ہیں۔ جن میں سیکھنے والا کوئی چیز بنانے کا قصد رکھتا ہو۔ ان کو ہم بنانے والے کا پروجیکٹ (Producer's Projects) کے نام سے پکار سکتے ہیں ایسے پروجیکٹس میں دماغ کسی ایک چیز کے بنانے میں مشغول ہوتا ہے۔ خواہ وہ ریت

کا عارضی گھر ہو یا سکول کی نئی عمارت یا یونیورسٹی۔ یا دنیا کی مختلف قوموں کی مجلس ہو۔ اس قسم کے پروجیکٹس کا دائرہ اس قدر وسیع ہے۔ جس قدر کہ زندگی۔ جس وقت کوئی ارادتاً اختیار کیا ہوا کام کوئی نئی بات سکھانے کا موجب ہوتا ہے۔ تو اسے پروجیکٹ کہتے ہیں۔ کوئی شخص اس سکول کی اخلاقی حالت کو بہتر کرنے کا قصد کرتا ہے۔ تو یہ اُس کے لئے Producer's Projects (بنانے والے کا پروجیکٹ ہوگا۔ کیونکہ وہ شخص اپنی تمام طاقتیں کسی خاص چیز کے بنانے میں صرف کر رہا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ بنانے والے کے پروجیکٹ میں صرف وہی چیزیں داخل ہونگی۔ جن کو ہاتھ سے ہی بنایا جا سکے۔ یا ویسے پیدا کیا جا سکے۔

دوسری قسم کے پروجیکٹ کو صرف یا خرچ کنندہ کا پروجیکٹ (Consumer's project) کہتے ہیں۔ ایسے پروجیکٹ میں ہم کسی چیز کو خرچ کرتا۔ استعمال میں لانا۔ اس کی قدردانی کرنا یا اس سے حظ اُٹھانا سیکھتے ہیں۔ مثلاً آتش بازی سے حظ اُٹھانا۔ کسی اچھے راگ کو سُننا۔ کسی اعلےٰ درجے کی مستند انشاپردازی کی قدردانی کرنا خوبصورت تصویروں کو دیکھنا وغیرہ وغیرہ۔ سب خرچ کنندہ کے پروجیکٹ کہے جاتے

ہیں اب سب حالتوں میں سیکھنے والے کا مدعا کوئی نئی چیز پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ دوسروں کی پیدا کردہ چیزوں کو صحیح طور پر استعمال کرنا ہے۔

تیسری قسم (Problem Project.) ہیں سیکھنے والا کسی سوال یا مسئلے کو حل کرنے یا کسی عقلی مشکل کو واضح کرنے میں مصروف ہوتا ہے۔ ایسے سوال خواہ پیدا کرنے والے کے پروجیکٹس سے ہی پیدا ہوں۔ لیکن ان دونو میں فرق ضرور ہے۔ پیدا کرنے والے کے پروجیکٹ میں سیکھنے والا۔ کسی چیز کو پیدا کرنے یا بنانے میں مصروف ہوتا ہے۔ لیکن جس وقت اس کا منشا کسی عقلی مشکل کو حل کرنا ہوتا ہے۔ تو اس وقت اس کی کوشش محض ذہنی عقدہ کو حل کرنا ہوتا ہے۔ بنانے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اگر میں آپ کے سامنے کوئی سوال پیش کروں۔ اور اگر آپ سوال کے حل کرنے کا مکمل ارادہ کر لیں۔ ایسی صورت میں آپ کا پروجیکٹ سوال حل کرنے والے کا پروجیکٹ (Problem Project) ہو جائیگا۔

دوسرے پروجیکٹس کے سلسلے میں بچے اکثر اوقات کسی بات میں دسترس حاصل کرنے کے لئے

مشق کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اگر وہ خود
کسی بات میں ماہر ہونے کا ارادہ کریں۔ تو یہ
چوتھی قسم کا پروجیکٹ ہے۔ اسے (Specific
learning project) مخصوص تعلیم کا پروجیکٹ کہینگے
مثلاً کوئی شخص لمبی رقموں کو تیز رفتاری اور صحت
کے ساتھ جمع کرنے میں مہارت حاصل کرنے کا
قصد کرتا ہے۔ یونہی اس کا مقصد جاتا رہتا ہے۔
تو اُس کا پروجیکٹ بھی بند ہو جاتا ہے۔
اور اس کی مصروفیت اُس کے لئے محض کام
بن جاتی ہے ٭

پراجیکٹ میتھڈ مذکورہ بالا قسم کے پراجیکٹس
کے ذریعے ایسی تعلیم کے حاصل کرنے کا ایک طریقہ ہے۔
جو (تعلیم) زندگی سے حاصل ہو۔ اور زندگی میں
شریک ہو جائے۔ پروجیکٹ میتھڈ موثر تعلیم حاصل
کرنے کی مختلف شرائط کو اعلے طریقہ سے استعمال
کرنے کا نام ہے۔ اسے استعمال میں لانے کے
مختلف طریقے ہو سکتے ہیں۔ صرف وسیع معنوں میں
ہی ہم اس کو میتھڈ کے نام سے پکار سکتے ہیں۔
نہ کہ تنگ معنوں میں۔ جیسا کہ عام طور پر کسی
بات کو سکھانے کے لئے مختلف تدابیر اور
حکمتیں استعمال میں لائی جاتی ہیں۔ پروجیکٹ

بیٹھڈ کسی بات کو مؤثر طریقہ پر سیکھنے کے لئے
ایک عام طریق کہا جا سکتا ہے۔ جب تک بچہ
کسی چیز کی مشق نہ کرے۔ وہ اسے اچھی طرح
سے سیکھتا نہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے ضروری ہے۔
کہ ہم ہر ایک بات کو اس طریقہ سے ترتیب دیں۔
جس سے بچے ہمیشہ اچھی باتوں کی مشق کرے۔
اور اُن کو سیکھے۔ اچھی بات کے کرنے میں اسے
راحت ہو۔ اور بُری بات کے کرنے میں اُسے
رنج ہو۔ جہاں تک ممکن ہو۔ بچے پُوری طرح سے
اچھی باتوں کے کرنے میں مصروف ہوں۔ اس
طرح وہ درست باتیں سیکھ جائینگے +

آپ ڈاکٹر ٹیگور کے سکول واقع بولپور کی مثال
لیں۔ وہاں چھوٹے بچوں کو پڑھانے والا مدرس
سیلون کا باشندہ ہے۔ وہ اسی بات پر زور دے رہا
ہے۔ جس کا کہ ہم اس جگہ ذکر کر رہے ہیں۔ اس کے
چارج لینے سے پیشتر اس بات کی طرف بہت کم توجہ
دی جاتی تھی۔ کہ لڑکے اُس بات کو جو انہیں زبانی
یاد کرنے کے لئے دی جاتی ہے۔ سمجھتے بھی ہیں
یا نہیں۔ اس کی جماعت میں صرف ۷۰ فی صدی
لڑکے حاضر ہوتے تھے۔ باقی لڑکے اکثر دوڑ جاتے
تھے۔ کیونکہ وہ سکول کی تعلیم کو پسند نہ کرتے تھے۔

اب ۱۰۰ فی صدی لڑکے ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔
اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ انہوں نے لڑکوں سے
ایسے کام کروانے شروع کئے۔ جن میں ان کا کوئی
مقصد ہوتا تھا۔ اور وہ کامیاب ہو سکتے تھے۔
انہوں نے ایک نئے گھر کی ضرورت محسوس کی۔
اگرچہ یہ اُن کے لئے بڑا سخت کام تھا۔ تاہم
لڑکے اس کے انجام دینے میں مشغول ہو گئے۔
اور سوائے چھت کے انہوں نے ہر ایک حصے
کو تعمیر کیا۔ اس کے تین کمرے ہیں۔ ایک کو لائبریری
کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ دوسرے میں بڑھئی
خانہ۔ تیسرے میں لڑکے اکٹھے ہوتے ہیں۔ اس
کے تعمیر کرنے میں لڑکوں کا اصلی اور مشترک مقصد
تھا۔

جب انہوں نے عمارت کو مکمل کر دیا۔ تو وہ
اس پر فخر کرتے تھے۔ وہ شوق سے لوگوں کو
دکھاتے تھے۔ اس سکول میں نقصان اور غیر
حاضری کا نام باقی نہ رہا۔ لڑکے ہمیشہ وقت پر
سکول آتے تھے۔ ڈاکٹر ٹیگور اور دوسرے آدمی
اس کام کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ اور اس کی تعریف
کرتے تھے۔ جب لڑکے دوسرے لوگوں کو اُن کے
کام کی تعریف کرتے سنتے۔ وہ بہت زیادہ خوش

ہوتے - اس واقع نے لڑکوں کی حالت کو بالکل بدل
دیا - اور اس کا نتیجہ یہ ہؤا - کہ لڑکے سکول میں
باقاعدہ آنے لگ گئے - اُنہوں نے اپنی ضرورت
کو پورا کرنے کے لئے ایک پُل بھی بنایا - یہ گھر اور
پُل دونو پیدا کرنے والے کے پروجیکٹس (Producer's
project) کہے جا سکتے ہیں - موگہ کے نزدیک کے
ایک سکول کے لڑکوں کا اونٹوں کے متعلق شوق
پیدا ہؤا - ان کے گرد و نواح میں اُونٹ نہیں تھے -
اُنہوں نے اونٹوں کا بیلوں کے ساتھ مقابلہ کرنا
شروع کیا - کہ ان میں سے کونسے جانوروں کا
استعمال میں لانا سستا پڑتا ہے - اونٹ کو کس طرح
استعمال کیا جاتا ہے - انہیں ان امور کی کوئی
واقفیت نہ تھی - اور نہ ہی اسے وہ آسانی سے
حاصل کر سکتے تھے - لہٰذا انہیں نے موگہ میں
اپنے مقابل کی جماعت کو ایک چٹھی لکھی - جس
میں تحریر کیا - ہم سنتے ہیں - کہ آپ کے پاس
ایک اونٹ ہے - رہٹ سے پانی کھینچنے کے واسطے
بیلوں کی بجائے اُونٹ کو استعمال کرنے میں کیا
فائدے ہیں - کیا اُونٹ بیلوں جتنا پانی کھینچ
سکیگا +

موگہ کے طالب علموں نے ان لڑکوں کو جواب

میں لکھا - کہ اونٹ بیل کی نسبت دُگنا پانی کھینچ سکتا ہے - نیز اسے ہانکنے کے لئے تمام وقت آدمی کی ضرورت نہیں پڑتی - اس طرح اُنہوں نے ایسی کار آمد واقفیت حاصل کی - جس کی وہ تلاش میں تھے - یہ ان کے لئے سوال حل کرنے کا پروجیکٹ (Problem Project.) کہلاتا ہے -
کیا آپ اس پروجیکٹ کا اور اس کے ساتھ ملحقہ تحصیلات بالواسطہ کا فائدہ دیکھتے ہیں ؟ +

میں نے موگہ سکول میں ایک جماعت کو ڈاک خانے کے پروجیکٹ میں کام کرتے دیکھا - سکول میں جتنی بھی چٹھیاں آتی ہیں - خواہ اُردو میں لکھی ہوئی ہوں - یا انگریزی میں یا کسی اور زبان میں - یہ سب اس جماعت کے ڈاک خانے میں دی جاتی ہیں - لڑکے ہی ان چٹھیوں کو تقسیم کرتے ہیں - اپنے پاس ڈاک کے ٹکٹ رکھتے ہیں - اور سکول کے ڈاک خانے کا خود انتظام کرتے ہیں - وہ دنیا کے مختلف ممالک کے ٹکٹوں کا ذخیرہ بھی جمع کر رہے ہیں +

اس سکول کی چھٹی جماعت ملیریا اور دیگر بیماریوں کو روکنے کے لئے ایک ہسپتال کو چلا رہی ہے - لڑکے مختلف بیماریوں میں مبتلا شدہ لوگوں کو

دوائیاں دیتے ہیں۔ یہ سب سکول کے مقررہ نصاب کا حصّہ ہے۔ امریکہ اور دیگر ملکوں کے اچھے اچھے سکولوں میں راگ۔ ڈرائنگ اور مصوّری کی مختلف شاخوں میں ہر ایک لڑکے کو اپنا اپنا جُدا گانہ کام کرنے کے لئے ترغیب دی جاتی ہے۔ ان مضامین میں کافی وقت دیا جاتا ہے۔ نیویارک میں لنکن سکول (Lincoln School) میں جو وہاں کے ٹرینگ کالج کے ساتھ ملحق ہے۔ کافی روپیہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس سکول کے بعض لڑکے راگ میں اس قدر دلچسپی لیتے ہیں۔ کہ وہ گانے بجانے کے مختلف آلات اپنے ہاتھ سے بناتے ہیں۔ بعض آدمی اعتراض کرتے ہیں۔ کہ سکول میں بنے بنائے آلات کیوں نہیں خریدے جاتے۔ اپنے ہاتھوں سے آلات بنا کر لڑکے یہ سیکھتے ہیں۔ کہ کوئی آلہ راگ میں استعمال کئے جانے کے کس طرح قابل ہو جاتا ہے۔ اس طریقہ سے وہ اس چیز میں کافی دلچسپی لینے لگ پڑتے ہیں۔ جس سے اُن میں قدردانی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس مثال سے یہ واضح ہوتا ہے۔ کہ کس طرح بنانے والے کا پروجیکٹ (Producer's project خرچ کنندہ Consumer's project کے پروجیکٹ میں تبدیل ہو گیا۔ اصلی خوبصورتی

کے شوقینوں کو بھی میں یہی نصیحت دونگا۔ کہ پہلے وہ دریافت کریں۔ کہ ان کے لڑکے کیا کرسکتے ہیں۔ پھر ان کو کوئی کام کرنے کا موقع دیں۔ ان کو اس طرح سکھایا جائے۔ کہ اس کام میں کامیابی حاصل کرنا یقینی ہو۔ کیونکہ کسی مقصد کے حاصل کرنے میں کامیابی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔
قدردانی کا جذبہ خود بخود پیدا ہو جائیگا۔ کسی کام میں قدردانی کا جذبہ پیدا کرنے کے لئے یہی ایک طریقہ ہے۔ سب سے پرانی طرز کے سکولوں میں قدردانی کا جذبہ پیدا کرنے اور اچھے اطوار سکھانے کو بالکل نظر انداز کیا جاتا ہے۔ حصول بالواسطہ تعلیم کا سب سے زیادہ حصہ ہیں۔ کسی شہری کی خوبی جانچنے کے لئے ہمیں اُس کی ہوشیاری کی نسبت اُس کے اطوار پر غور کرنا پڑتا ہے یعنی ملک کے قانون کے متعلق اُس کا طرز عمل کیسا ہے۔ عام لوگوں کی بھلائی کے متعلق اُس کا خیال کیسا ہے۔ کیا وہ دوسروں کی خاطر ذمہ واری کا کام کرنے کے لئے تیار ہے۔ اچھے پروجیکٹس کے ذریعے ہم لڑکے میں اچھے اطوار پیدا کر سکتے ہیں۔ اور اُن کا چال چلن نیک بنا سکتے ہیں۔

پندرھواں باب

کس حد تک مدرس لڑکوں کے پروجیکٹس میں اُن کی رہنمائی کر سکتا ہے

پروجیکٹس کا طریقہ تعلیم لڑکوں کی آزادی پر زور دیتا ہے۔ تاکہ لڑکے پوری پوری نشو و نما پا سکیں۔ اور اپنے منصوبے خود قائم کر سکیں۔ اور اُن کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ کیا اس طریقہ میں مدرسوں کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ جتنی کہ پرانے طریقوں سے تعلیم دینے کی حالت ہیں؟

اس کا جواب بالکل مثبت میں ہے۔ اس طریقہ میں اچھے اُستادوں کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کہ پرانے طریقہ میں۔ بلکہ ان سے زیادہ۔ لڑکوں کی رہنمائی کرنے اور اُن کو حوصلہ دلانے کے لئے۔ نیز سکول میں ایسے حالات پیدا کرنے کے لئے جن کے سخت لڑکے اپنے آپ کو تعلیم دے سکیں۔ مدرسوں کی سخت ضرورت ہے۔ جو اُستاد اپنے لڑکوں کی مناسب طریقے سے رہنمائی کرنا جانتا ہے۔ وہ اپنے لڑکوں کی ایسی باتوں کے حاصل کرنے میں مدد کر سکتا

ہے - ان کو حاصل کرنے کا راستہ دکھا سکتا ہے - اچھی
چیزوں کی قدردانی کا جذبہ پیدا کر سکتا ہے - اس
طرح سے وہ اپنے لڑکوں میں اچھی چیزوں کے
متعلق شوق پیدا کر سکتا ہے - ہر ایک لڑکے میں
خواہ وہ ہندوستان کا رہنے والا ہو یا انگلستان
یا امریکہ کا نیک یا بد باتوں کے امکان ہو سکتے
ہیں - مدرس کا فرض ہے - کہ نیک امکانات کا
انتخاب کرے - اور لڑکے کے لئے ان میں کامیابی
اور خوشی کے مواقع پیدا کر کے ان کو مضبوط کرنے
زبانی تعلیم کی بجائے لڑکے کے ذاتی
چال چلن پر زیادہ زور دیا جائے - لڑکے کو
نیک باتوں پر عمل درآمد کرانا بڑا مشکل ہے - اس لئے
لائق اُستادوں کی سخت ضرورت ہے - اُستادوں کو
اعلے درجہ کی تربیت دینے کی یہی ایک بڑی وجہ ہے -
- اُستاد کا یہی فرض نہیں - کہ لڑکوں کو
نیک اخلاق کی مشق کرانا سکھائے - بلکہ نئے
طریقے اس بات پر زور دیتے ہیں - کہ مدرس
میں ایسی قابلیت موجود ہو - کہ وہ اپنے زیر تعلیم
لڑکوں میں سوچنے کا مادہ پیدا کر سکے - لڑکوں
کو اپنے آپ سوچنے کے قابل بنانے کے لئے
وقت اور صبر دو باتیں نہایت ضروری ہیں -

جب کبھی لڑکوں کو کوئی موقع دیا جائے۔ تو سوچنے
کی بجائے ان میں اکثر کسی بات کو اٹکل پچو خیال
کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ مدرس کو اس بات
کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ مدرس کو لڑکوں کی
نسبت تیز نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ سمجھ دار لڑکوں
کے ہمرکاب ہوکر کام کرنا چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ
دوسروں کو سوچنے میں مشق دینا بڑا مشکل کام
ہے۔ ایسا کرنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ
مدرس خود سوچنے کی مشق کرے +

- آپ سوال کریجیے۔ کہ کیا اس بات کا
خطرہ ہو سکتا ہے۔ کہ پروجیکٹس طریقہ سے تعلیم
دینے والا مدرس اس طریقہ میں ضرورت سے زیادہ
دخل دے۔ ہاں یہ خطرہ نہ صرف پروجیکٹ طریق
پر کام کرنے کی حالت میں ممکن ہو سکتا ہے۔
بلکہ پرانے طریقوں کی صورت میں بھی۔ آؤ اس
سوال پر ذرا تفصیل سے غور کریں۔ اس بات کے
لئے ہم کسی منتخب منصوبے کے مختلف درجوں پر
غور کریں۔ کسی نمونہ کے پروجیکٹس میں چار درجے
ہوسکتے ہیں۔ اوّل ارادہ کرنا (purposing) دوسرا
تدبیر کرنا (planning) تیسرا تکمیل کرنا Executing
چوتھا اس کی کامیابی اور ناکامیابی کے متعلق رائے

قائم کرنا (Judging) بعض اوقات یہ چاروں درجے صاف صاف معلوم نہیں دیتے - لیکن میں خیال کرتا ہوں - کہ نمونہ کے ہر ایک پروجیکٹس میں یہ چاروں درجے ہمیشہ موجود ہوتے ہیں - (۱) پروجیکٹس کا ارادہ کرنا - اگر یہ دریافت کرنا ہو - کہ سکول کے زیادہ تر کام میں لڑکے کس قدر حصہ لیتے ہیں - اور مدرس کس قدر - تو اس بات پر غور کرنا چاہئے - کہ پروجیکٹس کے انتخاب میں منصوبہ باندھنے کا خیال کون کرتا ہے +

حقیقت میں پروجیکٹ میں سب سے بڑا کام منصوبہ یا ارادہ کا باندھنا ہے - یہ ممکن ہو سکتا ہے - کہ مدرس لڑکوں کو اپنا ارادہ سمجھائے اور انہیں ان کے سرانجام دینے کے لئے مجبور کرے - تعلیمی لحاظ سے ان کی کوئی قیمت نہیں - کیونکہ ایسا کرنے سے لڑکوں کا اپنے کام میں اپنا اصلی ارادہ قائم نہ رہیگا - یہ ممکن ہو سکتا ہے - کہ لڑکے کسی غلط بات کے کرنے کا منصوبہ باندھ لیں - لیکن مدرس کا یہ فرض ہے - کہ ان کی اس طریقہ سے رہنمائی کرے - کہ وہ اپنی غلطی کو دیکھ سکیں - مذکورہ بالا صفحوں میں کسی بات کے سیکھنے کے قوانین پر جو بحث ہم نے کی ہے - اس سے

یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اعلےٰ تعلیم کے لئے یہ ایک نہایت ضروری ہے۔ کہ لڑکے اپنے منصوبوں کو خود محسُوس کریں۔ جتنا زیادہ وہ محسُوس کرینگے۔ اتنی ہی اچھی طرح وہ اُن کی تکمیل کے لئے تدابیر سوچنے اور اُن پر عمل کرنے کے لئے تیار ہونگے۔ اور تکمیل ہونے کی صورت میں وہ اپنے نتیجے کی کامیابی کے متعلق اچھی طرح سوچینگے۔ لیکن سب سے بڑا خطرہ یہ ہے۔ کہ پروجیکٹ کے تجویز کرنے میں مدرس زیادہ حصہ لے۔ اور لڑکے تھوڑا حصہ لیں۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ لڑکے کسی غلط بات کے کرنے کا ارادہ کر لیں۔ اس لئے مدرس کو ہمیشہ چوکنّا رہنا چاہیئے۔ اکثر اوقات مدرس کو ایسے حالات پیدا کرنے ہونگے۔ جوکہ لڑکوں کو مختلف منصوبے سجھانے کی تحریک کریں۔ اتنا ہوسکتا ہے۔ کہ مدرس بعض اوقات کسی منصوبہ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کر دے۔ لیکن جتنا زیادہ لڑکے اس کو خود چُنینگے۔ اتنا ہی بہتر ہوگا۔ کسی منصوبے کا ارادہ کرتے وقت مدرس کو سوالات کے ذریعے لڑکوں کے دماغ کو صاف کر دینا چاہیئے۔ اور ان تمام مشکلات کو ظاہر کر دینا چاہیئے۔ جوکہ لڑکے شاید خود نہ دیکھ سکیں۔ یہ فیصلہ کرنا مدرس کا کام ہے۔

کو کوئی جماعت کسی خاص پروجیکٹ کے قابل ہے۔ یا نہیں۔ جب لڑکے کسی کام کو کرنے کا ارادہ کر رہے ہوں۔ تو مدرس کو اِن تمام امور سے متعلق خبردار ہونا چاہیئے +

(۲) اب ہم پروجیکٹ کے تجویز کرنے (Planning) پر غور کرینگے۔ کیا مدرس پروجیکٹ کے تکمیل کرنے کی جملہ تجاویز کو یا چند ایک کو خود سوچے یا اُس کام میں بالکل حصّہ نہ لے؟ ان تینوں میں سے ہر ایک حالت میں کن کن خطروں کا امکان ہوسکتا ہے؟ کیا لڑکے اچھی تجاویز سوچ سکتے ہیں؟ یا مدرس؟ عام طور پر مدرس کی تجاویز اعلےٰ ہونگی۔ لیکن اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ لڑکے بھی تجاویز کرنا سیکھیں۔ تو انہیں اس کام کا تجربہ ہونا چاہیئے۔ اپنی تجاویز کو خود ہی سوچ کر ان کو تجربہ حاصل ہوسکتا ہے لیکن اس سے یہ مراد نہیں۔ کہ مدرس تجاویز کرنے میں کوئی دخل نہ دے۔ تجاویز کرنے کے سلسلے میں مدرس کس وقت اپنے لڑکوں کی سب سے بہتر مدد کر سکتا ہے۔ مدرس اس صورت میں ان کی بہترین مدد کر سکتا ہے۔ جب وہ لڑکوں کو اپنی مدد آپ کرنا سکھائے۔ جہاں تک ہو سکے۔ لڑکوں کو اپنی تجاویز آپ کرنے کا زیادہ سے زیادہ موقع دیا جائے۔ کیا

لڑکے تجاویز کرتے وقت اپنی غلطیوں سے کوئی سبق سیکھ سکتے ہیں؟ یہ کس صورت میں مناسب ہوگا۔ کہ لڑکوں کو اپنی غلطیوں سے فائدہ اُٹھانے کا خود موقع دیا جائے؟ بعض حالتوں میں ان کو زیادہ آگے جانے دینا فائدہ مند نہ ہوگا۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ تجاویز کرتے وقت بہت سا اچھا اور قیمتی مصالحہ ضائع کر دیں۔ بعض حالات میں یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ اگر لڑکوں کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے۔ تو کوئی کام ان کے لئے خطرے اور ضرر کا باعث ہو۔ یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ بہت سا وقت خرچ کرنے کے بعد وہ کسی معاملہ میں تھوڑی سی واقفیت حاصل کر لیں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ کہ خرچ شدہ وقت اور حاصل کردہ علم میں مناسب مناسب نسبت رہے۔ ایک اور حالت میں بھی مدرس کے لئے دخل دینا ضروری ہوتا ہے۔ جبکہ لڑکوں کی تجویز نامناسب ہو۔ اور مشکل ہو۔ جس سے ناکامیابی کے باعث لڑکوں کی دل شکنی کا خطرہ ہو۔ کیونکہ دل شکنی کے باعث لڑکے مزید کوشش کرنے سے نفرت کرینگے۔ ان سب باتوں سے میری مراد یہ ہے۔ کہ لڑکوں کو اس قدر زیادہ آزادی نہ دی جائے۔ جس سے اصل مطلب فوت
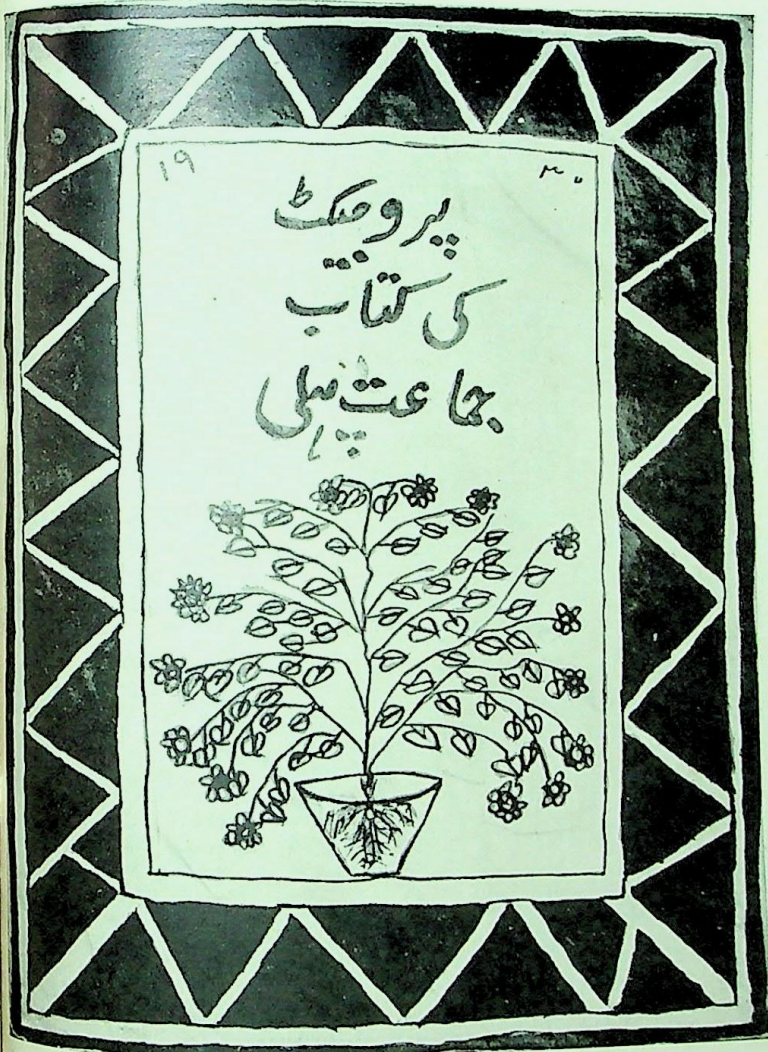
ہر ایک طالب علم پروجیکٹ کا حال قلمبند کرتا ہے

ہو جائے - ایسے موقع ضرور پائے جاتے ہیں - جبکہ کسی حالت کو سمجھانے کے لئے مدرس کا دخل دینا ضروری ہوتا ہے +

(3) تیسرا درجہ یعنی پروجیکٹ کو مکمل کرنا (Executing)
کیا اس درجہ میں بھی خطرہ ہوسکتا ہے - کہ مدرس خود زیادہ کام کرے - بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے - کہ مدرس اچھا نتیجہ دکھانے کی اس قدر فکر میں ہوتا ہے - کہ لڑکوں کو زیادہ کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا - مدرس خود اس واسطے کرنا چاہتا ہے - کہ دیکھنے والوں سے شاباش حاصل کرے - اگر لڑکے کسی پروجیکٹ کو خود مکمل نہیں کرتے - تو کیا ہم اس کام کو اچھا شمار کر سکتے ہیں - کیا ایسے پروجیکٹ سے لڑکے کوئی بات سیکھتے بھی ہیں - کیا وہ ذمہ واری محسوس کرتے ہیں یا نہیں - جہاں تک ہو سکے - اپنی تجاویز کو خود ہی سر انجام دینا چاہئے - اگر مدرس خود زیادہ کام کرتا ہے - تو لڑکے اپنی قدرتی اور تعمیری خواہشات کو خود نشو ونما نہیں دے سکتے +

(۴) نتیجے کی پڑتال کرنے کی (Judging) دو صورتیں ہو سکتی ہیں - کسی ایک نقطہ کے متعلق مخصوص پڑتال کرنا - (Specific Judging)

دوسرا طرز عمل کے متعلق عام پڑتال کرنا (General
Judging) دوسری قسم کی پڑتال میں ہم سوال کرسکتے
ہیں۔ کہ اس پروجیکٹ سے ہم کیا سبق سیکھتے ہیں۔
کیا کیا نتیجے نکلتے ہیں۔ اس کی تکمیل میں ہم سے
کونسی غلطیاں ہوتی ہیں۔ آئندہ ہم کس طرح کامیابی
حاصل کر سکتے ہیں۔ ہر ایک تجربہ سے مستقبل
کے لئے آپ بہت سے سبق سیکھ سکتے ہیں۔ اگر
آپ اپنے تجربوں کو اکٹھا کرتے جائیں۔ اور اُن
پر نکتہ چینی کرتے جائیں۔ تو آپ اپنی ترقی کو
دیکھ کر حیران ہونگے۔ کیا آپ نے کبھی ایسا کیا
ہے؟ جماعت کے کمرہ میں ہمیں زیر غور پروجیکٹ
کی مخصوص پڑتال اور عام پڑتال بھی کرنی چاہیئے۔
میں نے یہ معلوم کیا ہے۔ کہ امریکہ میں والدین
اپنے لڑکوں پر اس قدر حکمرانی کرتے ہیں۔ کہ جب
تک وہ گھر سے باہر نہیں جاتا۔ اسے اپنے ارادے
اور اپنی رائے کے مطابق کام کرنے کا موقع نہیں
دیا جاتا۔ والدین ہی بچے کے لئے ہر ایک چیز
سوچنے اور معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔
چونکہ بچوں کو سوچنے میں مشق نہیں کرائی جاتی۔ لہذا
وہ اس کام کی ذمہ واری کو بھی نہیں سیکھتے۔ ایک
دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک ماں اپنی لڑکی کے لئے

سوچنے اور انتخاب کرنے کا سارا کام خود کرتی تھی۔ جب ماں کو باہر جانے کا اتفاق ہوا۔ تو لڑکی نے اس ذمہ واری کو اپنے اوپر لے لیا۔ اپنی واپسی پر ماں بہت خوش ہوئی اور یہ دیکھ کر بڑی حیراں ہوئی۔ کہ لڑکی نے کس قدر ذمہ واری اٹھائی ہے۔ ہم اپنے لڑکوں میں ذمہ واری کا مادہ قائم رکھنے اور تمیز کرنے کی طاقت کو قائم رکھنا چاہتے ہیں۔ لڑکوں کو یہ ہمیشہ محسوس کرتے رہنا چاہیئے۔ کہ یہ ان کی اپنی کوشش کا نتیجہ ہے۔ انہیں یہ محسوس کرنا چاہیئے۔ کہ وہ خود تمیز کر رہے ہیں۔ اور اُستاد کی مدد کے منتظر نہیں ہیں۔ اگر آپ اپنے لڑکوں کی شخصیت کو نشو و نما دینا چاہتے ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ آپ انہیں کسی کام کا ارادہ کرنے اس کی تدبیر کرنے تکمیل کرنے اور اُس کے نتیجے کی پڑتال کرنے کا موقع دیں۔ ان تمام معاملات میں اس بات کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ کہ مدرس آپ زیادہ کام کرے۔ اور لڑکوں کو کم موقع دے +

پروجیکٹ میتھڈ کے مطابق کام کرتے وقت اُستادوں سے بہت سی باتوں کی اُمید کی جاتی ہے۔ ان کے لئے ضروری ہے۔ کہ نہایت صبر سے

کام کریں - ہمدردی سے پیش آئیں - اور طلبا کی عادات کو سمجھنے کی کوشش کریں - یہ بھی ضروری ہے - کہ اُستاد کی اپنی واقفیت کافی وسیع ہو - مجھے ایک اُستانی نے اپنے سکول کی ایک کہانی سُنائی - یہ اُستانی پہلی جماعت کے طلبا کو پڑھاتی تھی - کئی سال پُرانے طریقے سے پڑھانے کے بعد اس نے نئے طریق استعمال کرنے شروع کر دیئے - وہ کہتی تھی - کہ پُرانے طریقوں کے مطابق تعلیم دینے کے لئے اس کی واقفیت کافی وسیع تھی - ایک دن جبکہ کلاس پھولوں کے متعلق کوئی کام کر رہی تھی تو ایک شہد کی مکھی اُڑتی ہوئی آئی - اور ایک پھول پر بیٹھ کر اس کا رس چوسنے لگی - ایک لڑکے نے کہا - کہ مکھی شہد اکٹھا کر رہی ہے - دوسرے نے کہا میں تو شہد نہیں دیکھتا - اُنہوں نے اُستانی سے پوچھا - کہ مکھی جو شہد اکٹھا کرتی ہے - اُسے کہاں رکھتی ہے - لیکن اُستانی بھی اس کا جواب نہ جانتی تھی - اس لئے تمام اُستادوں کا ہی رویہ اختیار کیا - اس نے بچوں کو کہا - کہ اپنے والدین سے پوچھ کر آنا - اگلے دن جماعت میں اس کے متعلق بحث کرینگے - اگلے دن تمام لڑکے مکھیوں کا خیال بھول گئے +

اُستانی نے محض اپنی لا علمی کی وجہ سے ایک شاندار موقع کو اپنے ہاتھ سے گنوا دیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ نئے طریقے پر کام کرنے والے مدرس کے لئے وسیع واقفیت کی ضرورت ہے۔ لیکن پرانے طریقوں کی صورت میں یہ ضروری ہے۔ کہ مدرس ہر ایک چیز سے اپنی واقفیت کا اظہار کرے +

نئی سکیم کے مطابق اُستاد لڑکوں کے گروہ کا ایک ممبر بن جاتا ہے۔ لڑکے اور اُستاد دونو نئی عقل اور تجربہ حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کسی واقفیت کو حاصل کرنے کے لئے نیا راستہ دکھانے کے واسطے اُستاد رہنما کا کام کرتا ہے لیکن اس کے لئے ضروری نہیں۔ کہ تمام واقفیت کو اپنے دماغ میں جمع کرے +

(۶) پروجیکٹس کے طریقہ سے صرف وہی اُستاد تعلیم دینے کے قابل ہو سکتے ہیں۔ جن کی اپنی تعلیم منصوبوں کے ذریعے حاصل کی گئی ہو۔ پروجیکٹ طریق پر کام کرنے والے مدرسوں میں سے صرف وہی آدمی یا عورتیں قابل ہو سکتے ہیں۔ جن کی تمام زندگی ان کے لئے ایک بڑا پروجیکٹ ہو۔ معمولی آدمی بھی جس کی زندگی بڑے بڑے منصوبوں کے زیر اثر ہو۔ بڑی بڑی باتیں سیکھ سکتا ہے۔ اور قابل مدرس

بن سکتا ہے - ہندوستان کے ٹریننگ سکولوں کے سامنے یہ سوال ہے - کہ عوام کے بچوں کے لئے ایسے بہتر اُستاد تیار کئے جائیں - تاکہ معمُولی دیہات میں جا کر موگا اور بول پور کے سکولوں جیسا نادر کام کر سکیں - اگر آپ اس سوال کو تسلی بخش طریقہ سے حل کر سکتے ہیں - تو آپ ہندوستان کی بہتری اور ترقی کے لئے بے بہا مدد دے رہے ہیں +

سولھواں باب

سکولوں میں پروجیکٹس جاری کرنے کا کونسا بہتر طریقہ ہوسکتا ہے

اس وقت تک ہم اس بات پر غور کرتے رہے ہیں - کہ ہم کسی بات کو کس طرح سیکھتے ہیں - اس دوران میں ہم نے علم النفس کے مشہور مشہور اصولوں کا مطالعہ کیا ہے - ہم رفتہ رفتہ تعلیم-زندگی- اور منصوبوں کی اصلیت پر غور کرنے کے خاص طریقوں کی خوبیوں کو سمجھنے کے قابل ہوگئے ہیں - تعلیم میں ان مختلف نقطہ ہائے نگاہ کے استعمال کو پروجیکٹ میتھڈ کے نام سے منسوب کیا جا سکتا ہے - پروجیکٹ میتھڈ سے مراد وہ تدابیر نہیں - جو کسی مضمون کو سکھانے کے لئے استعمال کی جاتی ہیں - یہ تو لفظ میتھڈ (Method) کے بہت تنگ معنی ہیں پروجیکٹ اصول کے مطابق تعلیم دینے کے طریق کو ہمیں وسیع معنوں میں استعمال کرنا چاہئے - اس کے مطابق ان سب باتوں کو جو حصول تعلیم کے

لئے ضروری ہیں۔ اس طرح اپنے قابو میں رکھنا ہے۔
جن سے کہ بچے کی ہر ایک قسم کی تربیت اعلےٰ سے
اعلےٰ طریق پر ہو سکے۔ بچے ایک وقت
پر صرف ایک ہی بات نہیں سیکھتے۔ بلکہ ہمیشہ
بہت سی باتیں اکٹھی سیکھتے ہیں۔ ایک ہی وقت
پر نہ صرف وہ کسی بات میں واقفیت اور مہارت
حاصل کرتے ہیں۔ بلکہ بہت سی عادات اور مختلف
طرز عمل بھی سیکھتے ہیں۔ پرانے طریقہ کے مطابق
عادات اور طرز عمل کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔
جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ لڑکوں میں بد عادات
اور خراب طرز عمل پختہ ہو جاتے ہیں۔ نئے طریقہ
کے مطابق ہر ایک بات کو جو لڑکے سیکھتے ہیں۔
یکساں اہمیت دی جاتی ہے۔ خاص کر بچوں کے
طرز عمل کو۔ پروجیکٹ میتھڈ کی رو سے ہم مختلف
حالات پر غور کرتے ہیں۔ اور ان کو کارآمد استعمال
میں لاتے ہیں ۔

پروجیکٹ میتھڈ سکول کے معاملات میں جمہوریت
کے اصولوں کو استعمال میں لاتا ہے۔ سب سے اہم سوال
جو تاریخ والوں کے پیش نظر رہا ہے یہ ہے۔ کہ آیا
لوگوں کو اس کام کے منتخب کرنے کی آزادی دی جائے
جس کو وہ خود سر انجام دینگے۔ یا دوسرے ان کے

لئے منتخب کریں ؟ تاریخ کا تو یہ فیصلہ ہے ۔ کہ کسی بھی قسم کی مطلق العنانی فائدہ مند نہیں ہو سکتی۔ مطلق العنان حاکم دوسروں کے لئے تجاویز کرتا ہے۔ اور ان پر عمل کرنے کی تدابیر بتاتا ہے ۔ اور یہ دیکھتا ہے ۔ کہ ان تدابیر پر اچھی طرح عمل کیا جاتا ہے ۔ کہ نہیں ۔ بعدازاں نتیجہ کی خود ہی پڑتال کرتا ہے ۔ اصلی قسم کی جمہوریت میں لوگوں کو اجازت ہوتی ہے ۔ کہ اپنی تجاویز اور تدابیر کو خود ہی سوچیں اور اُن پر عمل کریں ۔ اور ان کی خوبیوں کی پڑتال کریں ۔ جن سکولوں میں پروجیکٹ طریق پر پڑھائی کرائی جاتی ہے ۔ وہاں بچوں کو یہ سب رعائتیں دی جاتی ہیں ۔ سکولوں میں پروجیکٹس کا استعمال کرتے وقت بہت سے عملی سوالات کا سامنا کرنا پڑیگا ۔ یہ سوالات اُستاد کے لئے پروجیکٹس بن جاتے ہیں ۔ اُستاد کے لئے ضروری ہے ۔ کہ ان کے حل کرنے کے لئے پوری سعی سے امداد کرے ایک سوال یہ ہے ۔ کہ تعلیم کے کس درجہ میں پروجیکٹس کا استعمال کیا جا سکتا ہے ۔ اس سوال پر سرسری غور کرنے سے تو یہی خیال پیدا ہوتا ہے ۔ ترقی یافتہ طلبا کی نسبت چھوٹے طلبا کو اس قسم کی ذمہ واری کا تصوّر دیا جائے ۔ لیکن سب سے اعلےٰ یونیورسٹیوں کی

اوپر کی جماعتوں میں ہر ایک طالب علم کے اپنے اپنے جدا گانہ منصوبے ہوتے ہیں۔ جن کو وہ اپنی ہی کوشش سے حل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ دوسرے شخص بھی اس کی راہنمائی کرتے ہیں۔ لیکن وہ اپنے منصوبہ میں تب تک کامیاب نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کا ارادہ مصمّم نہ ہو۔ اور وہ اپنی ذاتی ترقی کی ذمہ واری کو اپنے سر نہیں لیتا۔ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ کیا یونیورسٹی کے اندر کیا اس کے باہر تمام قسم کی تحقیق و تفتیش یا ریسرچ (Research) کے کاموں میں پروجیکٹس استعمال کئے جاتے ہیں۔ سب سے اعلےٰ شخص وہی ہیں۔ جنہوں نے اپنی زندگیوں کو بھی ایک بڑا پروجیکٹ بنایا ہوا ہے۔ وہ ہر ایک کام کو اپنی زندگی کے منصوبوں کے ڈھانچوں میں ڈالتے ہیں۔ اور ہر ایک تجربہ سے کچھ نہ کچھ سیکھتے ہیں۔ اپنے تعلیمی کام میں ہمارے مدرس پرانے طریقوں کے اس قدر عادی ہو گئے ہیں۔ وہ اپنے طلبا کو اس قسم کے حکم دیتے ہیں۔ آپ کو فلاں بات ضرور کرنی پڑیگی۔ اور فلاں بات نہیں کرنی ہوگی۔ ایسے مدرس خیال کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے سکولوں میں پروجیکٹس پر کام نہیں ہو سکیگا۔ لیکن بہترین سکول جو میں نے دیکھے ہیں۔ ان کو استعمال کرتے ہیں۔

ہائی سکولوں اور کالجوں میں بھی پروجیکٹ میتھڈ کے مطابق بہت اچھی طرح کام کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ اُن کا استعمال عام نہیں ہو سکتا۔ کیا بچّوں۔ کیا نوجوانوں۔ کیا بوڑھوں کے ساتھ۔ کیا کند ذہن اور کیا ہوشیار طالب علموں کے ساتھ۔ سکول یا سکول کے باہر۔ پروجیکٹ میتھڈ کارآمد ثابت ہؤا ہے یہ کیوں؟ اس لئے کہ یہ میتھڈ علم النفس کے اصُولوں پر مبنی ہے۔ جو ہر قسم اور ہر عمر کے آدمیوں پر یکساں عائد ہوتے ہیں +

دوسرا سوال یہ ہے۔ کیا ہر ایک لڑکے کے لئے علیحدہ علیحدہ پروجیکٹس منتخب کئے جائیں۔ ہاں ہر ایک بچے کی شخصیت جُداگانہ ہے۔ ہر ایک بچّہ اپنے گردونواح سے صرف وہی چیز چُنتا ہے۔ جو اس کے دل میں اکساہٹ پیدا کرتی ہے۔ ہر ایک بچے کا جوابی عمل (Response) بالکل نرالا ہوگا۔ کیونکہ اس کی دماغی بناوٹ دوسروں سے بالکل جُدا ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہُوا۔ کہ پروجیکٹس میں حصّہ لینے والے طلبا کی شخصیتیں بالکل علیحدہ علیحدہ ہونگی۔ لیکن سب سے بہتر طریقہ یہی ہے۔ کہ ایسے پروجیکٹس منتخب کئے جائیں۔ جن میں ایسے مشترکہ عنصر کافی ہوں۔ جو تمام لڑکوں کو اپیل کریں۔ تاکہ ہم اُن میں سے اکثر پر اپنا اثر ڈال سکیں۔ اس حالت میں کیا کسی گروہ کے تمام بچوں کی رہنمائی

ممکن ہوسکتی ہے؟ تاکہ اکٹھے ہوکر زیادہ مفید کام کرسکیں۔
ہاں یہ ممکن ہوسکتا ہے۔ اگر ہر ایک بچے کی خصلت کا
بغور مشاہدہ کیا جائے۔ اور اسے استعمال میں لایا جائے
جُدا گانہ پروجیکٹ بھی ممکن ہوسکتے ہیں۔ اور اکثر کارآمد
ہوتے ہیں۔ جو پروجیکٹس بہت سے لڑکوں کے لئے
مشترکہ ہوں۔ ان کی سوشل (سماجک) یا معاشرتی
(Social) خوبیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں ؛

بعض اوقات مجھ پر سوال کیا جاتا ہے۔ کیا پروجیکٹ
طریق میں وہ سارے مضمون شامل کئے جاسکتے ہیں۔
جن کی کہ پبلک امتحانوں میں آزمائش کی جاتی ہے۔
اس کا جواب مثبت میں ہے۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ
نہیں نکلتا۔ کہ آج کل کے امتحانوں میں جو باتیں بھی
پوچھی جاتی ہیں۔ مطالعہ کے لئے سب سے بہتر ہیں۔ آپ
یہ معلوم کرینگے۔ کہ آپ ایسے مضمون کو اپنے پروجیکٹس
میں شامل نہیں کرسکتے۔ مثلاً پیچیدہ فقروں کی نحوی یا
صرفی ترکیب کا پروجیکٹس میں شامل کرنا مشکل ہے۔ لیکن
میرے خیال میں ایسی ترکیب کے لئے سکول کی
اصلی زندگی میں جگہ نہیں ؛

بہت سے لوگ مجھ سے یہ دریافت کرتے ہیں۔ کہ
پروجیکٹ طریق کے مطابق آپ سکول کے کام کس
طرح شروع کرینگے۔ کس رفتار سے پروجیکٹس شروع

کئے جائیں۔ میری رائے میں ان کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم ایک ایسا پیمانہ تیار کریں۔ جس پر صفر سے سو تک درجے لگائے گئے ہوں اور مختلف سکولوں کو ان کے درجوں کے مطابق اس پیمانے پر رکھنا چاہیں۔ تو ہندوستان یا کسی اور ملک کے کسی سکول کی جگہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جائیگا۔ کہ اس سکول کے طلبا اپنے کام کی تکمیل میں اپنے ارادوں کو کس مقدار میں استعمال کرتے ہیں۔ ڈاکٹر کالنگ جیسے آدمی بہت تھوڑے ہیں جو اپنے سکولوں کو اس قابلیت سے چلا سکیں۔ کہ ان کے سکول کا درجہ سو کے پیمانہ پر آئے شاید ہندوستان اس پیمانہ کے لئے تیار نہیں۔ کسی نہ کسی وجہ سے افسران تعلیم شاید ایسا کرنے کی پوری پوری آزادی نہ دیں۔ اگر آپ امریکہ میں جائیں تو آپ کو بے شمار ایسے اُستاد ملینگے۔ جن کا کہ آپس میں اس بارہ میں تفاوت ہے۔ کہ سکولوں میں پروجیکٹس کس حد تک فائدہ مند طریقہ سے استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ہندوستان میں ہر ایک سکول کی مشکلات بے شمار ہیں۔ مثلاً کیا مدرسوں کے خیالات پروجیکٹ میتھڈ کے متعلق بالکل واضح ہو گئے ہیں۔ سکول کے ذمہ وار افسران اس طریق پر کام کرنے کی کس قدر اجازت دینگے۔

کیا والدین اعتراض تو نہیں کرینگے۔ وغیرہ وغیرہ ان تمام
باتوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ جس حالت
میں آپ ہیں اسی جگہ سے شروع کریں اور درست
سمت میں صرف اتنی دور جتنی دور کہ آپ کو اچھی طرح
نظر آئے اور اتنی رفتار سے جس سے آپ کہ چل
سکیں۔ چلیں جس قدر ممکن ہو۔ اس قدر دور جانے
سے پیچھے نہ رہو۔ لیکن اپنی موجودہ حالت سے شروع
کرو۔ اور خیال رکھو۔ جو قدم بھی اُٹھایا جائے مضبوط ہو۔

آپ امریکہ کی ایک اُستانی کی مثالی لیں۔ وہ ایک
نورمل سکول میں ڈیمونسٹریٹر (Demonstrator)
کا کام کرتی تھی۔ جس وقت وہ میرے پاس پڑھتی
تھی۔ تو میں نے جماعت کو ہدایت کی تھی۔ کہ شروع
کرنے کے لئے ہفتہ میں ایک گھنٹہ پروجیکٹ
طریق پر کام کرو۔ باقی وقت میں حسب معمول کام
کرتے جاؤ۔ حتیٰ کہ آپ ایک گھنٹہ کے پروجیکٹ
کے کام کو کامیاب بنائیں۔ پھر دو گھنٹہ پروجیکٹ
کا کام کریں۔ جب دو گھنٹوں میں پروجیکٹ کے
کام کو کامیاب بنائیں۔ تو تین گھنٹہ کام کریں۔
حتیٰ کہ اس میں بھی اصل کامیابی حاصل کریں۔ یہ
اُستانی ایک معمولی سکول میں کام کرتی تھی۔ جس
میں مقررہ پروگرام کے مطابق کام کیا جاتا تھا۔

اس نے پروجیکٹ کا کام شروع کرنے کے لئے
ہفتہ میں ایک گھنٹہ کا وقت نکالا - اور اپنے طلبا
سے کہنے لگی - اس گھنٹہ میں میں آپ کو وہ کوئی
کام کرنے کی آزادی دونگی - جسے آپ اچھا خیال کریں -
لیکن جو کام آپ منتخب کرنا چاہیے ہیں - اس کی
خوبی کا مجھے یقین کروا دینا - تاکہ میں ایک گھنٹہ کے
لئے آپ کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دوں -
پہلے پہل وہ کسی کام کی بابت بالکل نہیں سوچ سکتے
تھے - اُستانی اکثر طلبہ کو باتیں سُجھا دیتی تھی - رفتہ
رفتہ وہ عادی ہو گئے - ایک دو ہفتوں کے بعد طلبہ
نے اس خیال کو اچھی طرح سے سمجھ لیا - اور کہنے
لگے - ایک گھنٹہ کا وقت بالکل تھوڑا ہے - اُستانی نے
وقت دو گھنٹہ کر دیا - اس طرح وہ وقت بڑھائی گئی -
رفتہ رفتہ جماعت کا سارا وقت پروجیکٹ میں ہی
ختم ہونے لگا - اب اس جماعت کا سارا کام
پروجیکٹ میتھڈ کے ذریعے کرایا جانے لگا - باقی
اُستادوں نے اس اُستانی کے کام کا تذکرہ شروع
کر دیا - اور دوسری جماعتیں بھی اسی طریقہ پر کام
کرنے لگ پڑیں - شروع کرتے وقت اُنھوں نے
بھی ہفتہ بھر میں ایک گھنٹہ پروجیکٹس کو دیا
آخرش یہ امر نارمل سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کے نوٹس

میں بھی آ گیا۔ اس نے اس کام کی بڑی ہشیاری
سے نگرانی کی۔ اور محسوس کیا۔ کہ یہ ایک عمدہ طریقہ ہے۔
اب اکثر مجھے ان کی طرف سے کوئی نہ کوئی چٹھی
آتی رہتی ہے۔ جس میں ذکر ہوتا ہے۔ کہ ایک
نئے مدرس کی ضرورت ہے۔ اور ہمیں کسی لائق مدرس
کے انتخاب کے لئے آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔
مدرس ایسا ہو جو نئی سکیم کو اچھی طرح چلا سکے۔

پروجیکٹ میتھڈ کے جاری کرنے کے متعلق ہم
کیا کر سکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ہر ایک
مدرس اس حالت سے شروع کرے۔ جس حالت میں
کہ وہ اپنے آپ کو پاتا ہے۔ اور تمام حالتوں کو
مد نظر رکھتے ہوئے آہستہ آہستہ نصب العین کو
حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ میں اس سوال کا
جواب نہیں دے سکتا۔ کہ ہر ایک مدرس کو کیا
پیش آئیگا۔ اور اسے کس رفتار سے ترقی کرنی چاہئے۔
کیونکہ ہر ایک سکول کے حالات ایک دوسرے سے
مختلف ہیں۔ تاہم میں اتنا کہ سکتا ہوں۔ کہ اعلے
سکول اپنے کام میں روز بروز پروجیکٹ کے طریق
سے زیادہ ترقی کر رہے ہیں۔ اس قسم کی خاص رو
اب جاری ہے۔ میں یہ بھی کہ سکتا ہوں کہ پانچ
سال کے عرصہ میں اب کی نسبت ہم بہت زیادہ

ترقی دیکھینگے دس سال کے عرصہ میں اس سے بھی زیادہ ترقی ہوگی - تہذیب تیزی کے ساتھ تبدیل ہوتی جا رہی ہے - اس کے دوش بدوش چلنے کے لئے ضروری ہے - کہ ہماری تعلیم میں بھی تبدیلی ہو - ہم مدرس متحرک ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے - موجودہ زمانہ کی حالت اس بات کا تقاضا کرتی ہے - کہ ہم آگے قدم بڑھائیں - اور اپنے سوچنے اور تعلیم دینے کے طریقوں میں ہمیشہ متحرک رہیں - خوش قسمتی سے حصول تعلیم کے ذرائع کے متعلق ہماری واقفیت کافی وسیع ہوگئی ہے - بہت سی جگہوں میں طریق تعلیم میں بھی کافی ترقی ہو چکی ہے - جن طریقوں کو میں اس وقت صحیح سمجھتا ہوں - ممکن ہے - کچھ عرصے کے بعد وہ غلط ثابت ہوں - زمانہ ماضی کے لوگوں کی نسبت ہم زیادہ ہوشیار ہوگئے ہیں - لیکن جو ہمارے بعد آئینگے وہ ہم سے بھی زیادہ قابل ہونگے - اگر ہم موجودہ حالت میں بہترین کوشش کو عمل میں لائیں - تو ہمارے بچوں اور بالغوں کی تعلیم میں بڑی اصلاح ہو جائیگی - اچھی تعلیم سے ہندوستان کی زندگی زیادہ مکمل اور زیادہ دلکش ہو جائیگی - اس طریقہ سے ہم مدرس اپنے بچوں کی تربیت کے لئے ایسی فضا پیدا کر دینگے - جس میں وہ ہماری نسبت زیادہ ترقی کرینگے *

ضمیمہ

(دُکان کا پروجیکٹ)

لنڈن مشن کمیونٹی ماڈل سکول اروڈ واقع جنوبی ہندوستان کی پانچویں جماعت کے طلبا نے دُکان کا پروجیکٹ چلانے کا ارادہ کیا۔ یہ اُن کا بڑا پروجیکٹ تھا۔ جس کی تکمیل کے لئے وہ دل و جان سے مصروف ہوئے۔ اس جگہ اس پروجیکٹ کی محض موٹی موٹی باتیں ہی بتائی جاتی ہیں۔ کلپٹرک کے فلسفۂ تعلیم کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کے لئے اس پروجیکٹ میں بہت اچھی مثالیں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ پروجیکٹ کافی دیر تک جاری رہا۔ اس لئے اسے ہم (Major) میجر یعنی بڑے پروجیکٹ کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کے ماتحت تھوڑے وقت تک جاری رہنے والے (Minor) چھوٹے پروجیکٹ بھی ہیں مدرس کو کسی وقت یہ معلوم نہ تھا۔ کہ لڑکے ایک درجہ کے خاتمہ پر کسی نئی بات کا ارادہ کرینگے۔ لیکن مدرس نے ہر ایک نئے موقع کا ایسی ہوشیاری سے استعمال کیا۔ جس سے کہ وہ لڑکوں کے تجربے
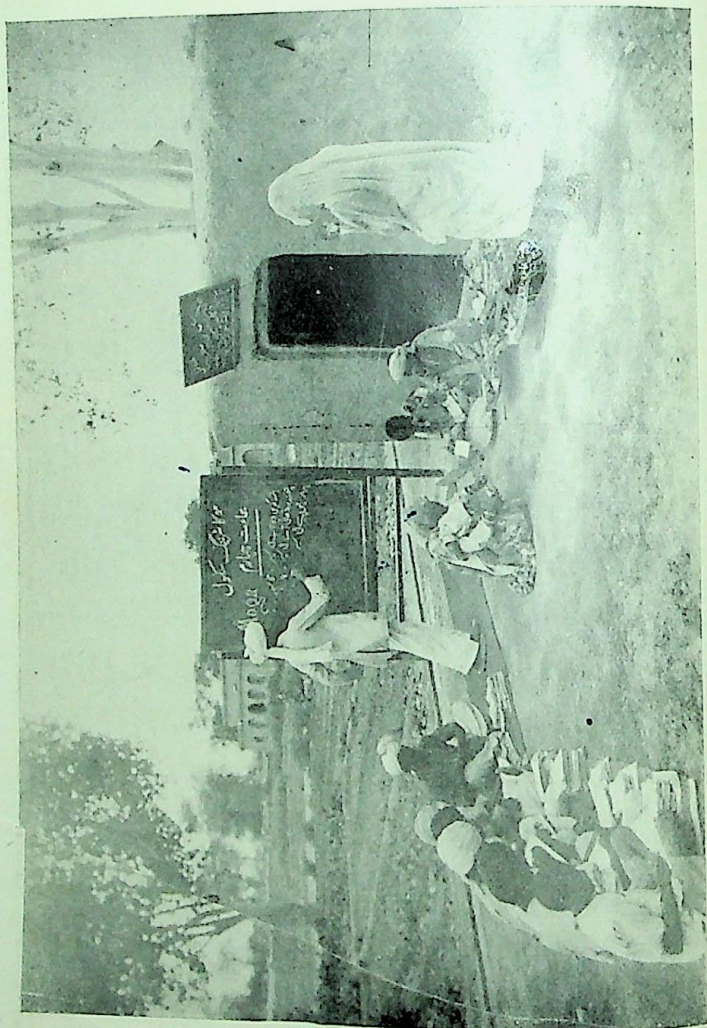
اور علم کے دائرے کو ضرورت کے مطابق وسیع کرنے میں کامیاب ہؤا +

ذیل کے خلاصے سے یہ ظاہر ہوگا۔ کہ کس طرح ۱۹۲۷ء میں چھ ماہ کے عرصے میں دکان کا پروجیکٹ بڑھتا گیا۔ پروجیکٹس کی تقسیم کے لئے باب چودھواں اور پروجیکٹ کے مختلف درجوں کے لئے باب پندرھواں مطالعہ کرنا چاہیئے +

ا۔ جماعت کا مقصد ایک دکان کا چلانا تھا۔
(یہ اُن کا میجر یعنی بڑا پروجیکٹ ہے) +

ایک دفعہ چھوٹا سا بیوپاری سکول میں سیاہی کی پڑیاں بیچنے کے لئے آیا۔ اُستاد نے اپنے سکول میں چھوٹی سی دکان جاری کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ لڑکوں کو یہ بات بہت پسند آئی۔ یہ ان کو معلوم ہؤا۔ کہ ایک ایک پُڑیہ خریدنے کی نسبت سو پڑیاں اکٹھی خریدنے پر دکان دار کو ایک روپیہ ۹ آنے کا منافع ہؤا۔ جس پر تمام طلبا کے دل میں اپنی جماعت کے لئے ایک علیحدہ دکان جاری کرنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ تاکہ وہ سوداگر کی طرح کچھ منافع کما سکیں +

ب۔ مقامی دکان کا معائنہ کرنے کے لئے جانا۔
(اسے ہم خرچ کرنے والے (Consumer's Project) کہہ سکتے ہیں۔ چونکہ یہ پروجیکٹ بڑے پروجیکٹ کے

ماتحت ہے - اور تھوڑی دیر تک رہا - لہٰذا اسے (Minor) یعنی چھوٹا پروجیکٹ کہا جا سکتا ہے +

(۱) ارادہ کرنا - لڑکوں نے مختلف قسم کی مقامی دکانوں پر جانے کے ارادے پر بحث کی تاکہ وہ دکانوں کا مشاہدہ کر سکیں - اور اپنی جماعت کی دکان کو کامیابی سے چلانے کی واقفیت حاصل کر سکیں +

(۲) تجویز کرنا - مدرس کی صلاح پر تمام طلبا نے ہیڈ ماسٹر صاحب کو اس مضمون کی چٹھی لکھی - کہ انہیں سکول ٹائم میں مقامی دکانوں کا مشاہدہ کرنے کے لئے جانے کی اجازت دی جائے - مدرس نے تمام لڑکوں پر یہ بات واضح کر دی - کہ جس لڑکے کی درخواست سب سے اچھی ہوگی - وہی درخواست ہیڈ ماسٹر صاحب کے سامنے پیش کی جائیگی - چنانچہ ہر ایک لڑکے نے اپنی درخواست اچھی سے اچھی لکھنے کی کوشش کی - اس کے علاوہ طلبا نے ایک اور درخواست لکھی - جس میں انہوں نے پروجیکٹ کی کاپیاں بنانے کے لئے کاغذ خریدنے کے واسطے ایک روپیہ ادھار دئے جانے کی استدعا کی +

(3) پروجیکٹ کی تکمیل - لڑکے دکانوں پر گئے - اور ڈھائی دستے کاغذ کے خریدے - ایک حلوائی کی

دکان پر اُنہوں نے اشیائے خوردنی پر بہت سی مکھیاں بیٹھی دیکھیں۔ دکان کی حالت اس قدر گندی تھی۔ کہ اُنہوں نے اُس دکان سے کوئی چیز خریدنے کی بجائے ایک اور صاف دکان سے ہنگالی چنے خریدنے کا ارادہ کیا +

(۷) پروجیکٹ کی پڑتال - چونکہ یہ لڑکوں کے لئے پہلا موقع تھا۔ کہ خاص مقصد کو لے کر باہر سیر کو جائیں۔ لہذا اُنہوں نے اس سیر سے بہت لطف اُٹھایا۔ اُنہوں نے ایک روپیہ کی رقم ادھار ملنے پر ہیڈ ماسٹر صاحب کو شکریہ کی چٹھی لکھی۔ انہوں نے اپنی تمام خرید کردہ اشیا کی احتیاط سے پڑتال کی اور دیکھا کہ دکان دار نے غلطی سے ایک آنہ زیادہ دے دیا ہے۔ اس موقع پر اُن کے سامنے ایک اور سوال پیدا ہُوا۔ یعنی اس ایک آنہ کی رقم کو کیا کیا جائے۔ یہ اُن کے لئے ایک اور چھوٹا پروجیکٹ بن گیا +

ج - ایک آنہ کی رقم کا استعمال - (حل طلب سوال)

(۱) قصد کرنا۔ لڑکوں نے اس بات پر غور کرنے کا فیصلہ کیا۔ کہ ایک آنہ کی رقم کو جو دکان دار نے انہیں غلطی سے دی کیا کیا جائے +

(۲) تحقیقات کرنا۔ اُنہوں نے بہت سی پسندیدہ

اور ناپسندیدہ تجاویز پیش کیں - اور مدرس کے اشارے پر طلبا نے انجیل مقدس سے کوئی ایسا واقع دریافت کرنے کی کوشش کی - کہ جس سے اُن کی موجودہ مشکل حل ہو سکے - طلبا نے انجیل مقدس میں سے بہت سے دیانتدار اور بد دیانتدار لوگوں کی کہانیاں پڑھ کر سُنائیں - مدرس نے اچھے اچھے آدمیوں کی سوانح عمریاں اور دنیا کی مشہور زباندانی کی کتابوں سے ایماندار اشخاص کی مثالیں سنائیں - تمام جماعت نے راجہ ہری چند کی کہانی کو ڈرامے کی صورت میں ادا کیا +

(۳) فیصلہ کرنا - اب تمام طلبا نے محسوس کر لیا - کہ اس رقم کا دکان دار کو واپس کیا جانا ہی مناسب ہے - اُس کو اپنے پاس رکھنا بڑا بھاری گناہ ہوگا - اتفاق رائے سے اُنہوں نے دو نمائندے چنے - جو اس رقم کو واپس کر آئیں - دکان دار نے لڑکوں کی ایمانداری کی داد دی - اور ان نمایندوں نے جماعت میں دکاندار کی خوشنودی کا اظہار کیا - تمام طلبا اس رپورٹ کو سُن کر نہایت ہی خوش ہوئے - لیکن سب سے زیادہ فائدہ جو لڑکوں کو پہنچا - وہ یہ تھا - کہ اُنہوں نے اپنی کوششوں سے انجیل مقدس کے مطالعہ سے بہت اچھے

سبق سیکھنے - ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی۔ کہ دیگر طلبا بھی انجیل مقدس کی قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اٹھائیں - لہٰذا ہر ایک لڑکے نے انجیل مقدس کی۔ جونسی آیت اُسے زیادہ پسند آئی - اُسے خوشخط کرکے کاغذ کے ٹکڑے پہ لکھ کر جماعت میں لٹکایا ؛

۵ - نارمل سکول کے طلبا کی تیار کردہ کتاب کا مطالعہ کرنا - (خرچ کرنے والے کا پروجیکٹ -

نارمل سکول کے طلبا نے لائبریری کے پروجیکٹ کی تکمیل کے دوران میں تامل زبان کی مختلف کتابوں سے اپنی حسب ضرورت صفحے کاٹ کر ایک ایسی کتاب بنائی ہوئی تھی - کہ جس میں دکان اور اُس کے ساتھ تعلق رکھنے والے مشاغل کا ذکر تھا - یہ کتاب اس جماعت کے طلبا کو پیش کی گئی۔ طلبا اس پر بہت خوش ہوئے - اور نارمل کلاس کے طلبا کو ایک چٹھی لکھی گئی - چونکہ اس کتاب میں دکان کے پروجیکٹ کو کامیابی کے ساتھ چلانے کے لئے بہت سی کارآمد باتیں بتائی گئی تھیں - لہٰذا طلبا نے اسے بڑے شوق سے مطالعہ کیا ؛

۶ - پروجیکٹ کے لئے نوٹ بکس بنوانا (بنانے والے کا پروجیکٹ - (Producer's Project)

طلبا نے یہ تجویز پیش کی کہ خرید کردہ کاغذ سے ایسی نوٹ بکس تیار کی جائیں - جن میں وہ اپنے مشغلوں کا اندراج کرسکیں - اُنہوں نے پرانی نوٹ بکس اور اُن کے اندراجات کے طریقوں کا مطالعہ کیا۔ کاغذ کو کاٹ کر اپنی کاپیاں تیار کیں - اس کام کے خاتمے پر مدرس نے طلبا کو کمرے کی گندی حالت سے آگاہ کیا - اور حفظ صحت اور صفائی پر سبق دیا۔ آئندہ کے لئے کمرے کو صاف رکھنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی +

س- پنچایت کا مقرر کرنا - رہنانے والے کا پروجیکٹ (Producer's project

(ا) چونکہ صفائی کی کمیٹی اپنے فرض کے سرانجام دینے سے قاصر رہی اور چند ایک طلبا نے اپنے طرز عمل میں بہت سی بے قاعدگیوں کا اظہار کیا۔ لہذا مدرس نے تجویز پیش کی کہ پنچایت کے ممبروں کا جماعت کی طرف سے منتخب کرنا بہتر ہوگا۔ طلبا نے اس تجویز کو خوشی سے قبول کیا +

(ب) مدرس اور طلبا نے اپنے اپنے دیہات کی پنچائتوں کے مختلف فیصلوں کا حال سنایا۔ طلبہ نے پنچایت کے ممبر چننے کی تجویز پر غور کرنا شروع کیا +

(3) چنانچہ پنچایت کا انتخاب ہؤا۔ اور پنچایت نے طلبہ کی بہت سی شکایتوں کا فیصلہ کیا۔ مثلاً کسی لڑکے کو چھیڑنا۔ اپنے مقررہ کردہ فرائض کی سرانجام دہی سے قاصر رہنا وغیرہ +

س۔ دکان کا بنانا۔ (بنانے والے کا پروجیکٹ) + (Producer's project)

(۱) دکان چلانے کے اصلی پروجیکٹ میں دکان کے لئے کسی مکان کا بنانا بھی شامل تھا +

(۲) تجویز کرنا۔ جماعت کی دکان کے لئے مناسب کمرہ تیار کرنے کے مختلف پہلوؤں پر طلبہ نے غور کیا۔ مثلاً مناسب جائے وقوع ۔۔ کار آمد مصالحہ کی اقسام ۔ لاگت کا اندازہ ۔ کیا وہ اُس کام کو مکمل کرنے کی قابلیت رکھتے ہیں ؟ کیا اُن کے پاس اس قدر وقت ہے ۔ کہ اس کی تکمیل کر سکیں وغیرہ وغیرہ ۔ سوالات کا جواب دیا گیا ۔ چونکہ طلبا مکان بنانے کے خرچ کو برداشت نہیں کر سکتے تھے ۔ لہٰذا ایک طالب علم نے تجویز پیش کی ۔ کہ پچھلی دفعہ بازار میں جو انہوں نے چھوٹی سی دکان دیکھی تھی ۔ اس جیسی معمولی سی لکڑی کی دکان بنائی جائے ۔ تمام جماعت نے اس تجویز کو بہت پسند کیا ۔ اور لکڑی کی چھوٹی سی دکان

بنانے کے خرچ کا اندازہ لگانا شروع کیا۔ طلبہ نے ہیڈ ماسٹر صاحب سے زبانی درخواست کی۔ کہ دکان کے لئے تختے خریدنے کے لئے انہیں کچھ رقم اُدھار دی جائے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب نے صلاح دی۔ کہ طلبا منیجر صاحب سے درخواست کریں۔ کہ ڈل سکول میں جو لکڑی کا صندوق بے کار ہے۔ اُسے استعمال کرنے کی اجازت دی جائے۔ اُستاد کے مشورہ سے طلبا نے منیجر صاحب کی خدمت میں ایک عرضی لکھی اُن کا نمائندہ سب سے اعلے لکھی ہوئی عرضی کو لے کر منیجر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب منیجر صاحب نے اجازت دی۔ تو طلبا لکڑی کے صندوق کو اُٹھانے کے لئے گئے اس وقت لڑکوں نے نہایت خوشی کا اظہار کیا کیونکہ انہیں پانچ روپے کی چیز مفت دی گئی تھی۔ دکان کی تعمیر کے لئے مختلف اوزار اکٹھے کئے۔ اور تیشے اور میخیں بازار سے خریدیں۔ انہوں نے مختلف اوزاروں کا مطالعہ کیا۔ اور عجائب گھر کے لئے پرانی قسموں کے اوزار اکٹھے کئے +

(3) تکمیل کرنا۔ سکول کے کمرے کے باہر ایک سایہ دار درخت کے نیچے طلبا نے اپنی دکان

بنائی یہ جگہ اس واسطے منتخب کی گئی۔ کہ دوسری جماعتوں
کے کام میں خلل واقع نہ ہو۔ تمام پیمائش طلبا نے
خود کی۔ اور کام کی تقسیم اس طرح سے کی۔ کہ مختلف
گروہ اپنے اپنے سپرد کردہ کام کو نہایت تن دہی
سے انجام دینے لگے۔ مدرس بطور رہنما اور مشیر
کار کے کام کرتا تھا۔

(4) پڑتال۔ کام کے ختم ہونے پر مدرس نے طلبا
کو اُن بڑے بڑے آدمیوں کی کہانیاں سُنائیں۔ جو اپنے
ہاتھ سے کام کرنے کو کسر شان نہ سمجھتے تھے۔ اُس
کا مقصد یہ تھا۔ کہ طلبا دستی کام کی قدر کرسکیں۔

ص۔ دکان کا سجانا۔ (بنانے والے کا پروجیکٹ)
اپنی دکان کی سجاوٹ کے لئے طلبا نے پیمائش سے
دریافت کیا۔ کہ دیواروں کے ڈھانپنے کے لئے کس
قدر رنگ دار کاغذ کی ضرورت ہوگی۔ اپنی دکان کے
لئے رنگ دار کاغذ۔ پنسلیں۔ ربڑ وغیرہ وغیرہ اشیاء
خریدنے کے لئے تمام جماعت ایک دفعہ پھر بازار
کو گئی۔ دکان دار اُن کی سابقہ ایمان داری سے
اس قدر خوش ہوا تھا۔ کہ اُس نے اُن سے
چار آنے کی پنسل کے صرف دو آنے لئے۔ طلبا اپنی
ایمانداری کی وجہ سے ایسی رعایت کئے جانے کے
سبب بہت خوش ہوئے۔ سکول میں واپس آکر

اُنھوں نے کاغذ کو کاٹا - اور لکڑی کی دکان سجانے کے لئے بیٹی طیار کی اور کاغذ کو دیواروں پر چسپاں کیا +

ض - دکان کے لئے اشیا خریدنے کا فیصلہ کرنا۔ (حل طلب سوال) (Problem project) +

(۱) دکان کے لئے مختلف قسم کی اشیا خرید کرنے کا قصد کرنا - اس ہیجر پروجیکٹ کا اصلی مدعا تھا +

(۲) تحقیقات - طلبا نے اس بات پر غور کیا - کہ فروخت کے لئے کون کون سی چیزیں ضروری چاہئیں۔ بعض لڑکوں نے نارمل سکول کے بورڈنگ ہاؤس کے لئے آٹا اور دال خریدنے کی صلاح دی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب سے زبانی اجازت حاصل کرنے کے بعد تمام جماعت اپنے اُستاد کے ساتھ مقامی اناج فروخت کرنے والے کی دکان اور ریلوے اسٹیشن پر گئی - اس طریقہ سے اُنہوں نے مقامی پیداوار اور آمد و رفت کے ذریعوں کا مطالعہ کیا +

(۳) فیصلہ کرنا - مزید تحقیقات پر طلبا نے دریافت کیا - کہ اس قسم کی وسیع پیمانے پر دکان کا چلانا اُن کی استعداد سے باہر ہے - لہذا اُنھوں نے ایسی کارآمد اشیا خریدنے کا فیصلہ کیا۔ جن کی اکثر سکول میں ضرورت پڑتی ہے - اور

جو جلدی سے خراب ہونے والی نہ ہوں - اور آسانی سے بک سکیں - ان سب باتوں پر غور کرنے کے بعد جماعت نے فیصلہ کیا - کہ کتابیں کاپیاں سیاہی - و دیگر سٹیشنری خریدی جائے - اُنہوں نے باقی جماعتوں میں جاکر تمام طلبا کی ضروریات کا اندازہ لگوایا - اخبارات اور فہرستوں میں اشتہارات کا مطالعہ کیا - تاکہ وہ اپنی دکان کے متعلق اشتہار دینے کے طریقوں سے واقف ہوسکیں - اُنہوں نے اخبارات کے مختلف مضمونوں کو پڑھا - اپنے آئندہ کے استعمال کے لئے گتے کے ایک بڑے ٹکڑے پر خاص خاص اشتہاروں کو کاٹ کر چسپاں کیا +

(ط) افتتاحی پروگرام کی ریہرسل (Rehearsal)

(مشقیہ پروجیکٹ یا مخصوص تعلیم) (Drill project or Specific learning) +

(۱) قصد کرنا - طلبا نے ایک مناسب پروگرام پر عمل کرنے کا ارادہ کیا +

(۲) تجویز کرنا - دکان کے پروجیکٹ کے مختلف مشغلوں پر اُنہوں نے اس غرض سے غور کیا - اور وہ باتیں نکلوائیں - جو اُنہوں نے عملی کام کی سیکھی تھیں - تمام جماعت نے ایک دلچسپ پروگرام

مرتب کیا۔ ایک لڑکے نے مشورہ دیا۔ کہ وہ پروگرام کے اپنے اپنے حصّے کو بار بار دہرائیں۔ تاکہ اُنہیں مشق ہو جائے۔ تمام جماعت نے اس خیال کو بہت پسند کیا +

(3) تکمیل کرنا۔ جماعت کے مختلف طلبا نے پروگرام کے مختلف حصّے لئے اور اُن کی مشق کرنی شروع کر دی۔ جماعت کے اُستاد اور ہیڈ ماسٹر صاحب نے اُن کے نقائص کو دور کرنے میں مدد دی +

(4) پڑتال۔ وہ اپنے اپنے حصّوں کو اتنی دیر تک دُہراتے رہے۔ کہ وہ پختہ ہو گئے۔ جب ان کی پُوری پُوری تیاری ہو چکی۔ تو اُنہوں نے باقی لوگوں کو اپنا پروگرام دکھانے کا ارادہ کیا +

(ط) افتتاحی رسم کا ادا کرنا +

(۱) پچھلے پروجیکٹ میں اُن کے دل میں ایک زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ جس کا مدعا اس پروجیکٹ کو تکمیل کرنا تھا +

(2) تجویز کرنا۔ طلبا نے مختلف قسم کی دعوتی چٹھیوں کا مطالعہ کیا۔ اور ایک مناسب اور پسندیدہ چٹھی اپنی جماعت کی طرف سے لکھی۔ اس چٹھی کی بہت سی نقلیں کی گئیں۔ مختلف اشخاص کے مناسب خطابوں کے ساتھ لفافوں

پر ہیر نامے لکھے - اور شہر کے معزز اشخاص میں دعوتی چٹھیوں کو تقسیم کیا - بعد ازاں طلبا نے اس موقع کے لئے اپنے کمرے کو اعلےٰ طریقہ سے سجانے کی مختلف تجاویز پر غور کیا - اور اس مقصد کے لئے ضروری رنگدار سنہری کاغذ خرید لئے اور سجاوٹ کا تمام کام اپنے ہاتھوں سے کیا +

(3) تکمیل کرنا - اس مبارک تقریب پر ۱۴ - ستمبر ۱۹۲۷ء کو مختلف کمیٹیوں نے کمرے کی صفائی نشست کا انتظام وغیرہ وغیرہ تمام باتیں سرانجام دیں - یہ روز ان کے لئے مصروفیت خوشی اور انتظار کا دن تھا - ہیڈ ماسٹر صاحب نے صاحب صدر کا استقبال کیا - بچوں نے اپنے اپنے فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام دیا +

(4) پڑتال - جناب ڈپٹی انسپکٹر صاحب سکولز نے اس کارروائی پر تحسین کے کلمات ارشاد فرمائے طلبا نے انہیں شکریے سے سنا +

(ع) دکان کا چلانا - (یہ بنانے والے کا پروجیکٹ ہے - اس میں میجر پروجیکٹ جس میں مختلف چھوٹے چھوٹے پروجیکٹس پیدا ہوئے جا رہی ہے +

(1) جو قصد شروع میں لڑکوں نے قائم کیا وہ

جاری رہا - اور قوت پکڑتا گیا +

(۲) اس پروجیکٹ کی تجاویز سابقہ پروجیکٹس کے دوران میں وقتاً فوقتاً کی جاتی رہیں +

(۳) تکمیل کرنا - افتتاحی رسم کے بعد طلبہ نے تمام سکول کے لڑکوں کے پاس اپنی چھوٹی چھوٹی اشیا بیچنی شروع کر دیں - تھوڑی دیر میں ہی تمام چیزیں بک گئیں - اور یہ کام لڑکوں کو بھی اس قدر پسند آیا - کہ کتابوں کاپیوں اور دیگر سٹیشنری کی مانگ بڑھ گئی - لہٰذا مقامی دکانداروں سے ادھار لانے کا انتظام کیا گیا - اپنے روزانہ فروخت کا حساب رکھنے کے لئے لڑکوں نے ہر ایک طالب علم کا علیحدہ علیحدہ کھاتہ کھول دیا - بہت سی کتابیں مقامی دکانداروں سے نہیں مل سکتی تھیں - لڑکوں کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے انہیں مدراس سے منگوانا پڑا - اس پر یہ ضرورت محسوس ہوئی - کہ وی - پی پارسلوں کو چھوڑانے کے لئے جماعت کا ڈپو ماسٹر منتخب کیا جائے - جس طالب علم نے سب سے اچھی تجارتی چٹھی لکھی تھی - وہ اس کام کے لئے منتخب کیا گیا - چٹھیوں کے لکھنے - بھیجنے اور پارسلوں کے وصول کرنے میں بڑی سرگرمی کا اظہار کیا گیا +

(ط) (۱) عام پڑتال :۔
طالب علموں نے غیر ملکوں کے سوداگروں کے بیوپار کے طریقوں کا مطالعہ کیا۔ اور برطانیہ کے لوگوں کی تاجرانہ خوبیوں کا اندازہ لگایا۔ ہندوستان میں انگریزی تجارت کے حال کا شروع سے مطالعہ کیا +

(ب) مخصوص پڑتال :۔
کل دو سو روپے کی چیزیں فروخت کی گئیں۔ یہ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کام کو شروع کرنے کے لئے ہیڈ ماسٹر صاحب نے صرف پانچ روپے اُدھار دئے تھے۔ فروخت کو اس قدر آسان بنانے کے لئے اُدھار خریدنے کا طریقہ نہایت کار آمد ثابت ہُوا۔ لڑکے یہ بات سُن کر خوش ہوئے کہ ایک ماہ کے عرصے میں انہیں ۲۷ روپے ۸ آنے کا منافع ہُوا +

(ف) نفع استعمال کرنا۔ (خرچ کرنے والے کا پروجیکٹ) +

(ا) ارادہ کرنا۔ تمام طلبہ چاہتے تھے۔ کہ اس نفع کو کسی مناسب کام میں استعمال کریں +

(ج) تجویز کرنا۔ بعض لڑکوں نے مشورہ دیا۔ کہ ارود واٹر ورکس (The Erode Water Works) کی سیر کی جائے اور

اس مقصد پر دو روپے خرچ کئے جائیں۔ بعض لڑکے چاہتے تھے۔ کہ جماعت کی لائبریری جاری کی جائے۔ انہوں نے دونو تجاویز پر عمل کرنا منظور کر لیا +

(3) تکمیل کرنا۔ (ا) واٹر ورکس پر جا کر طلبہ نے پانی مہیا کرنے کے کام کا غور سے مطالعہ کیا۔ اُنہوں نے دریا پر ملاحوں کا مشاہدہ کیا۔ اور دُوربین کے ذریعے دور کی پہاڑیوں کو بھی دیکھا۔ واٹر ورکس کی سیر پر جو نصف دن اُنہوں نے خرچ کیا طلبہ اس سے بڑے خوش ہوئے۔ اور بہت سی کارآمد باتیں سیکھیں +

(ب) طلبہ نے مختلف دکانداروں کی کتابوں کی فہرستوں کا مطالعہ کیا۔ تاکہ جماعت کی لائبریری کے لئے کہانیوں اور دیگر مناسب کتابوں کا جن کی قیمت ایک پائی سے اڑھائی آنے تک تھی۔ انتخاب کر سکیں۔ بعد ازاں کلاس ماسٹر اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی منظوری لے کر جماعت نے ان کتابوں کی خرید کا آرڈر دے دیا۔ اُنہوں نے ایک واقف کار طالب علم کو لائبریرین مقرر کیا۔ کلاس لائبریرین طلبہ کے نام کتابیں جاری کرتا۔ ان میں سے بعض گھر کے مطالعہ کے لئے کتابیں

گھر کو لے جاتے اس طرح طلبہ نے بڑی دلچسپ کہانیوں کو پڑھا اور جماعت میں سُنایا +

(ق) دکان میں اشیا کا سٹاک بڑھانا۔ (بنانے والے کا پروجیکٹ) +

(ا) طلبہ نے اپنی فروخت کے دائرے کو وسیع کرنے کے موقع کی اہمیت کو پہچانا۔

(ج) اُنہوں نے منیجر صاحب کے نام ایک درخواست لکھنے کی تجویز کی۔ جس میں ان سے اجازت مانگی گئی۔ کہ وہ اپنی دکان میں دھوتیوں۔ دریوں۔ رومالوں اور قمیض کے کپڑے وغیرہ اشیا کی جوکہ ان کے سکول کے کھڈی گھر میں تیار کی جاتی ہیں۔ خرید و فروخت کر سکیں +

(ج) یہ کام ابھی تک جاری ہے۔ اور غالبًا دکان کا پروجیکٹ سال بھر تک جاری رہیگا +

(ک) سیر کے پروجیکٹ کے نتیجوں کا مطالعہ۔

مذکورہ بالا تمام پروجیکٹس سے طلبہ نے بہت سی کارآمد باتیں سیکھیں۔ اگرچہ ان کا کام مختلف مضامین کے مطابق جاری نہیں رکھا گیا تھا۔ تاہم چھ مہینے کے عرصے میں اس جماعت کے طلبہ نے ہر ایک مضمون میں پانچویں جماعت کے عام طلبہ کی نسبت جنہیں عام طور پر سارا سال پڑھائی کرائی گئی۔

ہو۔ زیادہ واقفیت حاصل کی۔ کیونکہ ہر ایک بات
جس کا اُنہوں نے مطالعہ کیا۔ ان کی اپنی زندگیوں
اور قصدوں کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتی تھی۔ اس لئے
اُنہوں نے نہ صرف زیادہ واقفیت ہی حاصل کی بلکہ
پرانے مروجہ طریقے کے مطابق پڑھاتے ہوئے طالبعلموں
کی نسبت اعلےٰ تعلیم حاصل کی۔ اس کی بہت سی
مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ لیکن جگہ کی قلت کے
باعث ہم صرف ان تعلیمی نتیجوں کا ہی ذکر کرینگے۔
جو اکیلے ایک پروجیکٹ سے نکالے گئے یعنی مقامی
دکان کی سیر کے لئے جانا۔

(ا) دکانوں کے معائنہ کے وقت بہت سی باتوں
پر بحث کرنا۔ (پرائمری تعلیم Primary learning) اس
میں طلبہ کو وہ واقفیت اور کسب بہم پہنچایا گیا۔ جو کہ
اس ایک پروجیکٹ سے حاصل کئے جا سکتے تھے۔
اس سلسلے میں چھٹے باب کا مطالعہ کیا جائے)۱۔ مختلف
سوالات پر جن کا طلبہ نے مشاہدہ کرنا تھا۔ زبانی بات
چیت کی گئی۔ جس سے طلبہ کو زبانی جواب مضمون
میں بڑی مدد دی گئی۔ ۲۔ کار آمد نوٹس تیار کئے گئے *

(ب) تحصیلات بالواسطہ Attendant learnings) اس
میں حسب ذیل عادات کا مطالعہ کیا گیا۔
بہت سی دماغی خوبیوں کا شروع کرنا نشو و نما دینا

نما پانا- نیک عادات و اطوار نیک معیار اور نیک ارادوں کا قائم ہونا - کسی کام کے شروع کرنے سے پیشتر اس کام کے متعلق احتیاط سے تجاویز کرنا- نوٹ بُک یا ڈائری رکھنے کی عادت کا قائم کرنا +

(ج) عرضیوں اور درخواستوں کا لکھنا اور اُن کی پڑتال کرنا-

(ا) پرائمری تعلیم

ہیڈ ماسٹر صاحب کے نام ایک اچھی سی چٹھی اور رخصت کی درخواست کا لکھنا- (تحریری جواب مضمون کی مشق)- نئے اور پُرانے لفظوں کو صحت کے ساتھ لکھنا- (ہجوں کی مشق) اپنی تحریر کی خوبی اور صفائی کو مد نظر رکھنا اور جلدی لکھنے کی مشق حاصل کرنا- جماعت کو لکھی ہوئی چٹھیاں پڑھ کر سنانا- (پڑھنے کی مشق) +

(ب) حصول بالواسطہ (Attendant learning) صفائی اور احتیاط کی خواہش کا پیدا ہونا- اس عادت کے پختہ کرنے کے لئے اس بات نے انہیں بڑی مدد دی کہ سب سے اچھی چٹھی اور عرضی ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس پیش کی جائے- چنانچہ اس سے طلبہ مختلف چٹھیوں کی پڑتال کرنی سیکھ گئے +

(د) دکان کا معائنہ :-

(ا) (پرائمری تعلیم) بغور مشاہدہ کرنے کی عادت پیدا

کرنا ۔ کاغذ کی قسم، قیمت اور بنانے کے طریقوں سے واقفیت پیدا کرنا (جغرافیہ)۔
سوالات کا پوچھنا اور باسلیقہ طریقے پر گفتگو کرنا ۔ (زبانی جواب مضمون)۔
(ب) تحصیل بالواسطہ (Attendant learnings)
دکانوں میں شریفانہ طریقے سے پڑتال کرنا ۔ دوسروں کی تکلیفات پر غور کرنا ۔ (نیک اخلاق) جو کچھ انہوں نے دیکھا تھا ۔ اسے یاد کرنے کی کوشش کرنا۔

(4) کاغذ کا خریدنا ۔
(ا) پرائمری تعلیم ۔ روپے آنے پائی ۔ رم اور دستوں کے سوالات کرنا ۔ (تحریری حساب) اس قسم کے دیگر سوالوں میں تقریری مشق کرنا ۔ (زبانی حساب) کسی بات کی صحت میں کوشش کرنا ۔
(ب) تحصیل بالواسطہ ۔
تفصیلات میں صحت کی خواہش کرنا۔

(5) مٹھائی کی دکانوں کا مشاہدہ ۔
(ا) پرائمری تعلیم ۔ صفائی غلاظت اور مکھیوں کا مشاہدہ کرنا ۔ مکھیوں افزائش اور عادات کا مشاہدہ کرنا ۔ (مطالعہ قدرت) ایسی خوراک سے نفرت کرنا جس پر کہ مکھیاں بیٹھی ہوئی ہوں حفظ صحت

(ب) تحصیل بالواسطہ - مشاہدہ کی ہوئی باتوں سے نتیجے اخذ کرنا - اس بات کا اچھی طرح سے محسوس کرنا - کہ صفائی پرہیزگاری کی نسبت دوسرے درجے پر ہے +

(۵) شکریئے کی چٹھیاں لکھنا - طلبہ میں شکر گزاری کے احساس کو بھی نشو و نما دی گئی - ہیڈ ماسٹر صاحب کی مہربانیوں کی قدردانی +

(۶) خرید کی پڑتال :-

(ا) پرائمری تعلیم - اس کا ذکر حصہ ۲ میں آگیا ہے - چھوٹی چھوٹی خریدی ہوئی چیزوں میں زبانی حساب کے سوالات پر مشق بازار کے بل اور رسیدات کو صحیح حالت میں رکھنا +

(ب) تحصیل بالواسطہ - مشکل حل طلب سوالات کا جواب حاصل کرنا - پوری پوری صحت اور احتیاط کی ضرورت کا محسوس کرنا - یہ بات دریافت کرنا - کہ دکان دار نے جو انہیں ایک آنہ غلطی سے زیادہ دے دیا تھا - اسے کس طرح استعمال کیا جائے - لڑکوں میں اخلاقی فیصلہ پر پہنچنے کی عادت پیدا کرنا +

مطبع عام پبلشرز لاہور میں باہتمام لالہ سوہن رام مینیجر چھپی